مہاراج بلی
ڈاکٹر احسن فارو
Hasan

مہاراج بلی

(پنڈت رتن ناتھ در سرشار کی ناول "سیر کہسار" سے ماخوذ)

ڈاکٹر محمد احسن فاروقی
(اُستاد شعبۂ انگریزی لکھنؤ یونیورسٹی)

شائع کردہ:- ادارۂ فروغ اردو لکھنؤ

مطبوعہ:- سرفراز قومی پریس لکھنؤ

سنہ ۱۹۵۷ء قیمت عا/

"سرشار کی سیر کہسار"

از:- امیر حسن نورانی

رتن ناتھ سرشار اردو کے ان چند ممتاز ادیبوں میں شمار ہوتے ہیں جن کو قدرت نے غیر معمولی صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ انھوں نے "فسانہ آزاد" جیسا لاجواب شاہکار پیش کیا ان کی فکر رسا نے "خوجی" کا عجیب وغریب مزاحیہ کردار پیش کیا جس کو عالمگیر شہرت حاصل ہو چکی ہے۔

سرشار کا دوسرا کارنامہ "سیر کہسار" کے نام سے ہمارے سامنے ہے۔ جو دو ضخیم حصوں پر مشتمل ہے اور اس میں بھی کم وبیش سرشار کے طرز تحریر کی تمام خوبیاں موجود ہیں اور اسی کے ساتھ ساتھ "خوجی" جیسا ایک دوسرا مزاحیہ کردار "بھابلی" بھی موجود ہے جس نے سیر کہسار کو بے حد دلچسپ بنا دیا ہے۔

اردو نثر میں طنز وظرافت کا آغاز مرزا غالب کی تحریروں سے ہوا اور یہ حقیقت ہے کہ غالب کا لطیف طنز و مزاح اپنی دلکشی اور ندرت کے باعث لاجواب ہے اور جس طرح غالب کے مکاتیب کی تقلید نہ کی جا سکی اسی طرح ان کے طنز وظرافت کی انفرادیت بھی قائم رہی۔ مرزا غالب نے ۱۸۵۷ء کے بعد اپنے اردو کے خطوط کے ذریعہ اس صنف ادب کی ابتدا کی تھی اور اس کے بعد دوسرے اہل قلم نے بھی اس طرف توجہ کی۔ ظرافت نگاری کا باقاعدہ آغاز اودھ پنچ" کے اجرا کے وقت سے (۱۸۷۷ء) میں شروع ہوا۔ یہ اخبار منشی سجاد حسین" نے جاری کیا تھا اور اس کے تمام مضامین اور نظمیں مزاحیہ ہوتی تھیں۔ اودھ پنچ ۱۸۷۷ء سے ۱۹۱۲ء تک منشی سجاد حسین کی ادارت میں شائع ہوتا رہا۔

اس میں پنڈت تربھون ناتھ ہجر، رتن ناتھ سرشار، نواب سید محمد آزاد، منشی جوالا پرشاد برق، مرزا مچھو بیگ ستم ظریف، احمد علی شوق کے مزاحیہ مضامین شائع ہوتے تھے اسی کے ساتھ اکبر الٰہ آبادی کا کلام بھی اسی اخبار میں شائع ہونا شروع ہوا۔ یہ اخبار بے حد مقبول ہوا۔ منشی سجاد حسین کی زبان لکھنؤ کی ٹکسالی زبان تھی دوسرے مضمون نگار بھی لکھنوی زبان اور محاورات پر عبور رکھتے تھے۔ سرشار نے بھی اودھ پنچ میں مضمون لکھنا شروع کئے اور جلد ہی خاص شہرت اور مقبولیت حاصل کر لی۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد سرشار کو (۱۸۷۸ء) میں منشی نولکشور نے "اودھ اخبار" کا اڈیٹر مقرر کیا اور سرشار نے اس اخبار میں فسانہ آزاد قسط وار شائع کرنا شروع کیا جس سے ان کی شہرت ہر طرف پھیل گئی سرشار کو لکھنؤ کی ٹکسالی زبان اور محاورات پر عبور تھا انھوں نے فسانہ آزاد اور سیر کہسار دونوں میں لکھنؤ کے آخری دور کے تمدن اور تہذیب کی عکاسی کی ہے نوابوں اور ان کے مصاحبوں کی معاشرت کی تصویر کھینچی ہے سیر کہسار میں مہابلی کا مزاحیہ کردار بے حد دلچسپ ہے۔ اور بظاہر "خوجی" کے مقابلہ میں "مہابلی" کو ابھرنے کا موقع نہیں ملا۔ لیکن یہ ماننا پڑے گا کہ یہ کردار بھی بے حد دلچسپ ہے۔ سرشار کے یہاں ایک بڑا عیب بھی ہے وہ یہ کہ ان کے پلاٹ میں ربط اور نظم نہیں ہوتا۔ کریکٹروں میں یکرنگی اور ہمواری کی کمی ہے۔ یہ عیب فسانہ آزاد میں بھی ہے اور سیر کہسار میں بھی۔ اسی کے ساتھ جذبات نگاری میں فطری رنگ نہیں جھلکتا ہے بلکہ تصنع کا اظہار ہوتا ہے۔ اسی لئے تنقید نگاروں نے ان عیوب پر ہر پہلو سے روشنی ڈالی ہے۔

سرشار کا حافظہ بہت قوی تھا۔ ان کی گفتگو بہت دلچسپ اور مزاحیہ انداز

لئے ہوئے تھی وہ طبعًا ظریف تھے۔ سرشار نے شاعری بھی کی اور منظفر علی خاں اکبر لکھنوی کی شاگردی اختیار کی۔ ان کی ایک مثنوی تحفۂ سرشار بہت مشہور ہے۔
سرشار نے طبعیات کی ایک انگریزی کتاب کا اردو میں ترجمہ کیا اور اس کا نام شمس الضحیٰ رکھا۔ ایک انگریزی ناول "ڈان کوئی زوٹ" کا اردو ترجمہ "خدائی فوجدار" کے نام سے کیا ہے۔ جامِ سرشار ان کی مشہور کتاب ہے۔ ان کے لکھے ہوئے چند ناول بھی ہیں جن میں کڑم دھم، بچھڑی دلھن، طوفانِ بے تمیزی، بی کہاں، ہشو کا منی، بچنچل، قابل ذکر ہیں۔ آخر اللہ کر ناول انھوں نے "دبدبۂ آصفیہ" حیدرآباد میں قسط وار شائع کرایا تھا ایک ناول "گورِ غریباں" اب تک شائع نہیں ہو سکا ہے۔
سرشار کی طبیعت میں بلا کی روانی تھی، وہ بے تکان لکھتے تھے۔ طبیعت میں شوخی ظرافت تھی وہ جو کچھ ذہن میں آتا لکھتے چلے جاتے تھے اور لکھے ہوئے کو نظرثانی کے بغیر شائع کرا دیتے تھے۔ اسی لئے ان کی عبارتوں میں خوبیوں کے ساتھ ساتھ بعض عیوب بھی ہیں۔ فسانۂ آزاد قلم برداشتہ لکھا تھا۔ سیر کہسار پر ایک دوسرے ادیب نے نظرثانی کی تب شائع کیا اس لئے اس میں حشو و زوائد کی کمی ہے لیکن اس کا پلاٹ بھی کمزور ہے اور کرداروں میں کسی حد تک بے ربطی پائی جاتی ہے تاہم سیر کہسار اردو ادب میں ایک گراں قدر اضافہ ہے۔ اس میں زبان و محاورات کی وہ تمام خوبیاں موجود ہیں جو "فسانۂ آزاد" کی مقبولیت کا باعث ہیں۔

گورِ غریباں کا مسودہ میرے ایک علم دوست شناسا کے پاس محفوظ ہے امید ہے کہ وہ اسے شائع کرا کے اردو ادب پر احسان کریں گے۔ سرشار نے ایک ضخیم انگریزی ناول کا ترجمہ بھی کیا تھا جو شائع نہیں ہو سکا وہ بھی محفوظ ہے۔ "نورانی"

"سیر کہسار" کا حجم "فسانہ آزاد" سے بہت کم ہے اول الذکر کی چار جلدیں ہیں اور آخر الذکر دو ضخیم جلدوں میں ہے۔ لیکن اس زمانہ میں ان دو جلدوں کا پڑھنا بھی اہل ذوق کے لئے دشوار ہے۔ ایک تو کتاب کی ضخامت پڑھنے والے سے زیادہ وقت کا مطالبہ کرتی ہے۔ دوسرے ہر ایک کے لئے یہ آسان بھی نہیں کہ اتنی بڑی کمیاب کتاب کو خریدیں گے۔ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ اس مشہور و مقبول کتاب کا ایک اچھا خلاصہ شائع کیا جائے۔

ڈاکٹر محمد احسن فاروقی صاحب پروفیسر انگریزی کراچی یونیورسٹی مستحق مبارکباد ہیں کہ انھوں نے پہلے فسانہ آزاد کے ہزاروں صفحات سے "خوجی" کا مزاحیہ کردار انتخاب کیا اور زبان و بیان سرشار ہی کی برقرار رکھی اور اب سیر کہسار کی روح یعنی "مہابلی" کو ایک دلچسپ ناول کی صورت میں پیش کر دیا۔ "مہابلی" کی زبان "سیر کہسار" کی زبان ہے اس میں ذرہ بھر کمی و بیشی نہیں کی گئی ہے۔ وہ اہل ذوق جنھوں نے اصل کتاب کا مطالعہ کیا ہے وہ انداز کریں گے کہ "مہابلی" ایک ایسی تلخیص ہے جس میں کوئی کمی محسوس نہیں ہوتی۔

امیر حسن نورانی

یکم اکتوبر ۱۹۵۷ء

(۱)

واہ رے ہندوستان ؎

بوئے گل نالۂ دل دودِ چراغ محفل
جو تری بزم سے نکلا وہ پریشاں نکلا

اور واہ رے اہل ہند ؎

جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی
پاپوش میں لگائی کرن آفتاب کی

یہ وہی ہندوستان ہے جو میدانِ تہذیب میں ساری خدائی سے گوئے سبقت برتری لے گیا تھا۔ علم و فضل و تمول میں تمام عالم پر اس ملک کو افضلیت و اشرفیت تھی۔ مگر اب نہ وہ علم و فضل ہے نہ وہ تہذیب کا زمانہ۔ اب ہندیوں کا جاہل قوموں میں شمار ہے اور ہندوستان صید ادبار ہے۔ اور خیر سے ہندو اور مسلمان دونوں سیہ بخت و تیرہ روزگار جواب زلف پریشان یار۔

نواب محمد عسکری نے کئی بار دل میں ٹھان لی کہ ہزار کام چھوڑ کر نینی تال کا سفر ضرور کریں گے مگر ہنوز روز اول ہے۔ نینی تال قدم بھر پر ہے شام کو سوار ہو جئے صبح کو نینی تال کے پھاٹک پر ریل موجود ہے مگر ہمارے اہل وطن کی عالی ہمتی کے صدقے کہ مہینوں تیاریاں ہی ہوا کیں۔ اس مرتبہ نواب صاحب

نے صاحب لوگوں اور حکام یوروپین کی دعوت بھی کر دی اور سارے شہر میں مشہور ہوگیا کہ نواب صاحب مع مصاحبین و رفقا اور مع احباب روانہ نینی تال ہونے والے ہیں۔ جلسے کے دن مسٹر فریزر صاحب۔ اسسٹنٹ کمشنر سے جو ملاقات ہوئی تو نواب صاحب سے اور ان سے وعدہ ہوگیا کہ ساتھ ہی چلیں گے اور پرسوں ہزار کام چھوڑ کر روانہ ہوجائیں گے اور منشی مہراج بلی صاحب ممبر میونسپل بورڈ نے بھی وعدہ کر لیا کہ ہم بھی ضرور بالضرور ہمسفر ہوں گے اور آپ کے ہمراہ چلیں گے۔

نواب محمد عسکری صاحب بہادر تو اپنی پیاری سالی بی عفت آرا بیگم کے بھتیا کے مونچھوں کے کونڈے کے سبب سے روپوش ہو گئے۔ مسٹر فریزر صاحب نے لاکھ اصرار کیا۔ مانا کہ منشی مہراج بلی صاحب سے وعدہ ہو چکا۔ ہو نے دو بھلا سالی کی بات نہ مانیں۔ بیوی کا کہنا ٹال دیں استغفراللہ۔ خیر یہ تو سالی کی پیاری پیاری باتوں میں آگئے اس سبب سے سفر ملتوی کر دیا مگر یہ منشی مہراج بلی کہاں غائب غلہ ہو گئے اس کا جواب منشی مہراج بلی صرف یہ دیتے ہیں کہ "من چہ فش ام برادر فلاں من بسیار فش است"

نواب صاحب اور منشی مہراج بلی دونوں اس کے مصداق ہیں۔ یہ ٹرال ٹال دی تو وہ بات بات۔

منشی مہراج بلی نے نواب صاحب کے بھی کان کاٹے جس روز نینی تال جانے کو تھے صبح کو تیاری کی اسباب بندھوایا جو اشیا ضروری خریدنے کو تھیں وہ خریدیں اور من کل الوجوہ سفر کے لئے تیار ہو گئے۔ چار بجے تک سفر پر کہ

سوار تھا۔ چار بجے محلہ میں بحیثیت ممبر میونسپلٹی موقع کی تحقیقات کے لئے گئے اب وہاں زمین پر قدم ہی نہیں رکھتے محلے بھر کا ناک میں دم کر دیا۔ ان کے ساتھ اور ایک میونسپل کمشنر بھی تھے مگر فہمیدہ آدمی مولانا تاج الدین صاحب

"یہ اس قدر کوڑا کیوں جمع ہے؟" مہاراج جی نے کہا۔

محلہ دار بولا "حضور ہفتہ میں دوبارہ صاف ہوتا ہے۔"

"روز روز کیوں نہیں صاف کیا جاتا؟"

"اس گلی میں روز روز کیونکر صاف ہو سکتا ہے؟"

"برابر ہو سکتا ہے۔ یہ خوب کہی ع۔ شوق در ہر دل کہ باشد رہبرے درکار نیست
ہم ایک دم سے چالان بول دے گا صاحب۔"

تاج الدین صاحب نے کہا "مطلب یہ ہے کہ صاف رہے محلہ اس مقام پر جو یہ کیچڑ ہے اس کی نسبت داروغہ صفائی کو رپورٹ کرنی چاہئے تھی۔"

مہاراج جی بولے "اب رپورٹ کر دو تو یہ جگہ پٹ جائے۔ کام کو کام کی طرح کرنا چاہئے ورنہ پھر گویا بعینہ وہی مثل ہوگی کہ ع

منش کردہ ام رستم داستاں　　دگرنہ یلے بود در سیستاں

کار امروز بہ پس فردا کے گذار صفائی سے آپ لوگ پرہیز کریں تو حد ہو گئی بس اور کیا ع صفائی مس عیب را کیمیاست۔ صفائی کند ہر کہ مرد خطاست۔"

تاج صاحب مسکرا کر بولے "خوب خوب شعر یاد ہیں آپ کو۔"

مہاراج نے اکڑ کر جواب دیا "اب تو سب بھول گیا جناب ع

شب چو عہد نماز بر بستم　　چہ خورد بامداد فرزندم"

اور اس کے بعد فارسی میں فرمانے لگے "ازیں بہتر تاکید کردہ اند کہ صفائی دریجا خوب نمودہ آید کہ صاحبان اگر گذر کنند خوب باشد چراکہ در عدم موجودگی صفائی و در موجودگی غیر صفائی ہر شے کا داگ دکھکر نمودہ آید و آں باعث بدنمائی بر ہمہ مہرانات نمودہ شد والا نہ انچہ بہتر شود اولیٰ نمودہ آید ؎

من نگویم کہ ایں بکن آں کن   من بگویم کہ کار آساں کن

بفہیم شما صادق شد یا نہ شد۔"

تاج الدین نے کہا "قبلہ بندہ قلیل البضاعت آدمی ہے۔"

"الا" مہراج نے پوچھا "زبان پارسی دانی شما۔"

"میں تو" تاج صاحب نے جواب دیا "اردو بھی اچھی طرح نہیں بول سکتا فارسی کجا اور عربی کجا۔"

"من از مرد بانات ایران گفتگوے نمودہ شد گفتا کہ شما ہم ایرانی فصیح۔ من گفتا نامن ہند ہست۔ فارسی نیست۔ گفتا نا۔ دروغ و جھوٹ است شما ایرانی۔"

"آپ تو بالکل اہل زبان معلوم ہوتے ہیں۔"

"میں نے لاکھ قسمیں کھائیں کہ میں ہندی ہوں وہ برابر یہی کہا گئے کہ نہیں تم ایرانی ہو۔"

"وہ آپ کا لب و لہجہ ہی ایسا ہے۔"

"تسلیم۔ سب یہی کہتے تھے اور پہلے میں سمجھتا تھا کہ لوگ میری خوشامد کرتے ہیں مگر یہ بات غلط نکلی۔ ایرانی خود میری تعریف کرتے ہیں۔"

الغرض محلے میں حکومت جتا کر اور مہتروں کو ڈانٹ بتا کر منشی مہراج بلی صاحب اپنے گھر آئے۔

اب سنئے کہ جب منشی مہراج بلی صاحب گھر میں تشریف لے گئے تو کپڑے اُتار کر بیوی کی طرف مخاطب ہو کر یوں کہنے لگے "آج ایک محدے میں تحکیکات کے لیے گئے تھے۔ ایک اور کمشنر ہمارے ساتھ تھے۔ ہمارے سوا اور کہو کا کچھ آت جات تو ہے ناہیں۔ شد بد بھی نہیں جانتے۔ ہم نے جو چاہا سو کیا۔ داروغہ کو ڈانٹ بتائی اور اب اس کو ہم موقوف کرا دیں گے۔"

ان کی بیوی نے کہا "تم کو جس کمانا چاہیے کہ اور لگی لگائی نوکری کسی کی لے لو۔"

انھوں نے فرمایا "صاحب جس قدر ہم سے خوش ہیں اس قدر اور کسی کمشنر سے خوش نہیں ہیں وہ سب کے سب اپنی اپنی دلیلیں پیش کرتے ہیں اور ہم بجز ہاں کے سوا اور کچھ نہیں کہتے۔ سو ہم سے صاحب خوش ہیں اب ہمارا نام کونسل میں لکھا جائے گا۔ ہم نے ایک تو گلی کا انتظام کیا دوسرے دو مہتر موقوف کیے۔ تیسرے ایک آدمی پر جرمانہ کیا اور اب قصد ہے کہ ایک آدمی کو موقوف کر دوں۔"

ان کی بیوی نے ان کی پیٹھ ٹھونکی اور کہا "واہ واہ۔ کیا کیا نیک کام تم نے کیے ہیں۔ یہ نہ ہوا کہ دس غریب آدمی کی روٹی تمہاری وجہ سے چلتی۔ کس گھمنڈ سے کہتے ہیں کہ دو کو چھٹا دیا اور دو پر جرمانہ کیا۔ واہ۔"

منشی مہراج بلی بولے "بیوی تم سمجھتی تو ہو ہی نہیں تم سرکار دربار کی

بات کیا جانو۔"

"تو کسی کا روزگار لینے میں کیا گھمنڈ ہے۔"

"یہ تو ہمارا کام ہے۔ کمشنر ہیں کہ نہیں۔"

"ایسی کمشنری سے تو بے کمشنر ہی اچھے۔"

"عورت ناقص العقل ہوتی ہے نا۔"

"اچھا بڑے کمشنر بنے ہو ہمارے بھیا کو تو دس پندرہ کا نوکر رکھوا دو۔ جب جانتی کہ کچھ اختیار ہے۔"

"ہم تو رکھوا دیں دو سو کا مگر۔"

"اے چلو بھی۔ دو سو کا۔ گھر کی پھلکی اور باسی ساگ۔ میں دو سو سے درگزری۔ تم دس ہی کا رکھوا دو۔"

"اس میں ہماری بے عزتی ہے۔ دس کا نہیں۔"

"اے ہے۔ اور تمہارے چچا تو پانچ ہی روپے پاتے ہیں اور نوکری ہی ہیں۔"

"ایسی باتیں کمشنروں سے نہ کرنی چاہئیں۔"

"اے ہے لو اور سنو۔ تو اب جورو پر بھی کمشنری چلاؤ گے اچھی کمشنری ہے۔ اوچھے ہو ہماری جان میں۔"

"ہم کو صاحب لوگ کرسی دیتے ہیں برابر کا۔ ذرا تم ہم سے سمجھ کے بات کیا کرو۔"

"پھر اس اوچھے پن سے مطلب کیا ہے۔ آدمی کو اپنی لیاقت کے

موافق بات کرنی چاہیئے۔"

"او چھاپن نہیں۔ سمجھاتا ہوں تم کو۔"

"اے تو صاحب تمہیں کرسی چھوڑ مچان یا اونٹ پر بٹھائیں ہم کو کیا سناتے ہو۔"

"کیا دل لگی بازی ہے بھلا اور کوئی تو جا کے کرسی پر بیٹھ جائے۔"

"تم کو کتے کے مغز دیئے گئے ہیں بک بک بک بک بک زبان ہے کہ کترنی ہے۔"

اس تقریر کے بعد منشی مہراج بلی صاحب باہر کے کمرے میں تشریف لائے تو ایک دوست سے گفتگو میں کہنے لگے "یار آجکل بڑی عدیم الفرصتی رہتی ہے۔ صبح و شام برابر شہر کا دورہ رہتا ہے مگر سڑکیں تو سڑکیں گلی کوچے تک ایسے صاف ہیں کہ چاہیئے سونا اچھالتے جائیے۔"

اب سنیئے کہ سات بج گئے اور وقت آگیا مگر ایک اور دوست جو آئے تو ان سے خوش گپی میں گھنٹا بھر اور ضائع ہوگیا اور ایسے بے تکلف کہ بیٹھے تو اس نیت سے کہ مکان کا قبالہ لکھوا کر جائیں گے۔ ان سے مہراج بلی صاحب بیٹھے ہوئے مزے مزے سے دلگیر لکھنوی کے بند سی رہے ہیں۔ کس کا سفر اور اور کیسا نینی تال۔ ان جی ہی گوئیوں کے بعد حضرت کو یاد آیا کہ ریل گھر جانا ہے اور سفر کرنا ہے۔ اسباب تو بندھا رکھا تھا ہی کرایئے کی گاڑی منگوائی اب اتنے میں نو کا عمل ہوگیا۔ ایک بار خدمتگار واپس آیا کہ حضور اول درجے کی گاڑی ملتی ہے سکنڈ کلاس کی نہیں ملتی۔ کہا اچھا ۸ ریل گھر تک کے دیں گے۔ واپس آ کر

آدمی نے کہا حضور ۱۲ر مانگتا ہے۔ کہا اچھا بھئی لاؤ اب اس وقت جو کہے گا دیں گے مگر آیندہ فہمیدہ خواہد شد۔ آدمی گیا۔ گاڑی کے نکالنے اور گھوڑوں کے جوتنے اور ساز لگانے میں عرصہ ہوا۔ خیر خدا خدا کر کے گاڑی آئی۔ اسباب لادا گیا۔ منشی مہاراج بلی مکان کے اندر گئے۔ زنانے میں سے کوئی پون گھنٹے کے بعد تشریف لائے۔ بیوی کے نزدیک گویا میاں کڑی مہم پر جاتے تھے۔ اعزا اقربا سخت افسوس میں کہ اب یہ بیچارے خدا جانے آئیں بھی یا نہ آئیں۔ جتنے تھے سب پژمردہ خاطر اور افسردہ دل کہ خدا خیر کرے پہاڑ کا سفر ہے خدا ہی عزت رکھے تو رہے گاڑی پر سوار ہوئے تو دس منٹ تک آدمیوں کو ہدایت کی کہ یہ کرنا اور وہ کرنا اور چنیں وچناں اور این وآں۔

بعد خرابی بصرہ روانہ ہوئے اور اسٹیشن پر پہنچے تو پلیٹ فارم پر ٹہل رہے ہیں اب نہ یہ معلوم کہ ریل کس وقت جاتی ہے اور کس وقت آتی ہے۔ نہ یہ معلوم کہ اب وقت کیا ہے کے بجے ہیں کسی امر سے واقف ہی نہیں۔ بالکل کورے۔ تھوڑی دیر کے بعد گھنٹی بجی تو آپ نے ایک کانسٹبل سے دریافت کیا "نینی تال کا ریل کس وقت جائے گا؟"

اس نے کہا "نینی تال تو ریل نہیں جاتی"۔

"واہ وا۔ جاتی کیوں نہیں!"

اس نے کہا "جاتی ہوگی"۔

ایک کلرک سے دریافت کیا "بابو صاحب نینی تال کی ریل کس وقت جاتی ہے"

اس نے کہا "کاٹھ گودام تک جاتی ہے نینی تال نہیں جاتی"۔

"ایں اور کیوں بابو صاحب پھر وہاں سے کس سواری پر جاتے ہیں۔"

"وہاں سے ٹٹو پر جانا ہوتا ہے۔ آپ کہاں تک جانے والا ہے یہاں سے"

"ہم تو اس وقت کی ریل پر نینی تال جائے گا۔"

"ریل تو گئی۔ چلی گئی۔ آخر آپ کیا سوتا تھا اب تک۔"

"ہم سے کسی نے کہا ہی نہیں کہ نینی تال کی ریل چلی گئی ورنہ ہم پہلے ہی سے آجاتے۔ تو اب ریل نکل گئی غضب ہو گیا۔ توبہ۔"

"ریل تو پہنچا دو کوس بلکن تین کوس۔"

"بھلا اس ریل میں نواب محمد عسکری صاحب تھے۔"

"ناہیں۔ شو ناہیں۔"

"اور بھلا مسٹر فریزر صاحب اسسٹنٹ کمشنر تھا۔"

"تھا۔ ہم سے بولا نواب محمد عسکری ہمارے کو دھوکا دیا۔"

"بڑا افسوس ہوا۔ مگر اب پچھتائے کیا ہوت ہے کہ چڑیاں چگ گئیں کھیت۔"

"منشی مہاراج بلی صاحب اپنا سا منھ لے کر اسٹیشن سے بیرنگ روانہ ہوئے اسباب دوسری گاڑی پر لاد کے گھر بھیجا۔ خود بدولت نواب محمد عسکری صاحب کے مکان پر تشریف لے گئے۔ جب گاڑی کوٹھی میں پہنچی تو نواب صاحب سمجھے کہ مسٹر فریزر صاحب آگئے۔ گاڑی کی گڑگڑاہٹ سنتے ہی ایک کمرے میں چھپ رہے اور مصاحبوں سے کہدیا کہ کہنا ابھی تک آنکھ نہیں کھلی ہے آرام میں ہیں۔ کمرے میں دبکے بیٹھے تھے کہ چوبدار نے عرض کیا حضور منشی مہاراج بلی صاحب تشریف لائے ہیں مگر نواب صاحب کو یقین نہ آیا۔

اتنے میں مہراج جی کوٹھی کے اندر داخل ہوئے۔ مصاحبوں نے آداب عرض کیا پوچھا "نواب صاحب کہاں ہیں" اب کوئی جواب نہیں دیتا سب خاموش ایک کی ایک صورت دیکھ رہا ہے کہ اتنے میں نواب صاحب تشریف لائے دونوں میں باتیں ہوتی رہیں۔

مسٹر فرینڈ صاحب بیچارے نینی تال میں زحمت میں پڑے۔ مگر جو یورپین ملا اس سے انھوں نے ہندوستانیوں کی وعدہ خلافی کی شکایت کی

---

(۲)

قمرن چوڑی والی کی مادر دیرینہ نے اپنی طرار اور یاقوت رخسار دخت گلعذار کو یہ پٹی پڑھائی کہ آج جو نواب صاحب آئیں تو ان کو رنگنا چاہیے۔ نازو کو بھی یہ ہدایت ہوئی کہ تمھارے منشی مہراج بلی جو آج آئیں تو ان کو شراب پلانے کی کوشش کرنا۔ ساتھ ہی ساتھ وہ ضعیفہ بولی "بیٹا جتنا کہا کریں وہ کیا کرو۔ مانا کہ تم بڑی عقلمند ہو مگر ہمارا سا تجربہ کہاں سے لاؤگی جو تم سے کہیں بس وہ کرو۔ بات کی بات میں ۵۰۰ روپئے گھمائے کہ نہیں گھمائیے اب جا کے ذرا خوب بناؤ چناؤ کر کے آؤ۔ مگر وہی جو ہم نے کہا ہے ذرا جھلکی دکھائی اور کھٹ سے الگ۔"

نازو نے کہا "اور مہراج بلی بھی تو آئیں گے آج۔"
ضعیفہ بولی "ان کو الگ بتھلائیں گے۔ ان کو الگ۔"

قمرن نے کہا "تو ہم نواب صاحب سے مہراج بلی کا ذکر نہ کریں۔ کیوں امی جان؟"

"نہیں نہیں" ضعیفہ نے کہا "ہرگز ہرگز ذکر نہ آنے پائے۔"

نازو بولی "اس کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ پاگل ہے۔"

قمرن نے کہا "بیس روپئے کھٹ سے نکال کر دے دئے۔ اور پھر بھی بیچارہ پاگل ہے۔"

"اللہ جانتا ہے ہمیں تو گول آدمی معلوم ہوتا ہے" نازو بولی

"شکل و صورت کیسی ہے؟ نواب کے سے ہیں" قمرن نے پوچھا۔

"اے نہیں کالا کوا منگل کے روز۔"

"تم باجی ان کے منہ پر یہ نہیں کہہ دینا۔ اے ہاں۔"

"منہ پر تو کہوں گی کہ ہمیں تمہارا ایکا رنگ پسند ہے اور سمجھتے ہیں کہ ہیں بارہ ہی برس کا ہوں۔ اور خدا جھوٹ نہ بلائے تو بابا آدم کی عمر کے ہوں گے خضاب لگاتے ہیں۔"

"نواب تو ابھی جوان آدمی ہیں۔ ماشاءاللہ سے اور صورت بھی اچھی ہے۔" ضعیفہ نے کہا "بوڑھے کا جب دل آتا ہے تو جوانوں سے زیادہ نکلتا ہے۔ دل آنا شرط ہے۔"

یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ اطلاع آئی کہ نواب صاحب باہر کے کمرے میں آگئے۔ قمرن اٹھ کر اس کمرے میں گئی۔ اس نے کمرے کے اندر قدم رکھا تو نواب صاحب کے ہوش پیترا حواس فقرو ہو گئے۔ بس یہ معلوم ہوا کہ چاند

آسمان سے اُتر کر اس کمرے میں آگیا۔ قمرن بڑے اصرار کے بعد بیٹھی تو نواب کے زانو سے ذرا ذرا زانو بھڑا دیا اس ادا نے ان کو مار ڈالا۔

اتنے میں نازو بھی بصد ناز کمرے میں آئیں نواب نے اس کو بھی سر سے پاؤں تک دیکھا اس پر بھی ایک عالم تھا کہا "ہم کو تم سے بھی عشق ہے اور کیوں نہ ہو ہماری سالی ہو۔ سالی کا رشتہ بھی کتنا پیارا رشتہ ہے۔"

اتنے میں ضعیفہ بھی کمرے میں آگئی۔ اس نے اپنے تجمل اور ثروت کے اظہار کے لئے وہ نوٹ نکال کر نواب صاحب کو دیا جو مہراج بلی نے بوسہ کے عوض میں بی نازو کو دیا تھا۔

نواب صاحب نے نوٹ دیکھ کر کہا "پانچ روپئے کا ہے" اس پر وہ سب متحیر ہوئیں کہ یہ پانچ روپئے کا کیسا ہم سے تو بیس روپئے کا کہے تھے کہا ذرا غور کر کے پڑھو۔

نواب نے کہا "پانچ روپئے میں تو کوئی شک نہیں ہے اور طرہ یہ کہ آدھا نوٹ ۹۹ ، ۱۲ نمبر کا ہے اور آدھے کا نمبر ۹۸ ، ۱۲ ہے دو ٹکڑے الگ الگ نوٹوں کے ہیں۔ یہ نوٹ چل نہیں سکتا۔ یہ کسی شخص نے دھروا دینے کی فکر کی ہے۔"

ضعیفہ نے نازو سے کہا "بہت بڑا بے ایمان ہے وہ ہندوا اُجڑا نوٹ دیا ہے کہ ہمارے جعل میں پھنسانے کی تدبیر کی ہے۔ بیس کا کہا اور پانچ کا دیا۔ اور وہ بھی جعلی۔ وہ تو نگوڑا بات کرنے کے قابل نہیں ہے۔ صورت نہ دیکھے ایسے موئے کاٹے کی موا بے ایمان زمانے بھر کا۔ اور سنو کوئی اس کی خوشامد کرتا تھا۔"

یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ مہری آئی۔ اور نازو کو علیحدہ بلا لے گئی اور کہا "منشی مہراج بلی آئے ہیں۔"

نازو نے اشارے سے اپنی دادی کو بلایا اور کہا "وہ آیا ہوا ہے۔"

ضعیفہ نے کہا "نیچے جا کے نوٹ اس کے منھ پر پٹک دے اور کہدے دور ہو یہاں سے۔"

نازو جلی بھنی تو تھی ہی نوٹ دے کر کہا "کیا آنکھوں کے اندھے ہو۔ یہ بیس کا نوٹ ہے کہ پانچ کا۔ اور وہ بھی اُجڑا جعلی لے بس ٹھنڈے ٹھنڈے ہوا تو کھائیے۔"

منشی مہراج بلی بڑے کاذب دروغ گو جھوٹ بولنے والے آدمی تھے اور بخیل اس درجہ کہ جس روز گھر میں کسی کو بدہضمی ہوتی تو خوش ہوتے کہ آج ایک آدمی کا کھانا بچ رہا۔ جھانسے جھانسے میں بوسہ لے لیا اور جان بوجھ کر مختلف نمبروں کے نوٹ دے دئے کہ پھر واپس مل جائیں گے اور بوسہ بازی گھاتے میں۔ اگر ضعیفہ نوٹ کے نمبر نواب صاحب سے نہ پڑھوائے تو مہراج بلی کا چکمہ کارگر ہو جائے۔ نوٹ لے کر کہا۔ "اوہ بڑی غلطی ہو گئی مگر تم نے کیوں نہ دیکھ لیا۔"

نازو جھلائی ہوئی تو تھی ہی اس خرافات بات پر اس کو اور بھی غصہ آگیا۔ جھلا کے زور سے ایک ٹیپ رسید کی کہ مہراج بلی کی کھوپڑی ہی جانتی ہوگی اور ٹیپ لگا کر کہا "مونڈی کاٹے تیرا منھ جھلسوں میں کیا پڑھی لکھی ہوں میں کیا جانوں کہ نوٹ کس کھیت کی مولی ہے۔ دور ہو یہاں سے۔ جا موے

بے ایمان۔ جا ہم نے اپنی خیرات میں بوسہ دیا۔"

اب سُنیئے کہ مہراج بلی کی آواز سن کر نواب صاحب بھی کوٹھے پر سے جھانک رہے تھے۔ نازو نے جو چپت جمائی تو یہ بے اختیار ہنس دیئے اور کہا "ایک اور"۔ مہراج بلی نے اس بدحواسی میں آواز تو پہچانی نہیں مگر ایک اور کا جملہ البتہ سُنا۔ اب ٹیپ کھا کر یہ ششدر کھڑے ہیں۔ ہلتے تک نہیں۔

نازو نے ڈانٹ بتائی "اب کھڑا کیا سوچ رہا ہے۔ اب جوتا کھانے کا امیدوار ہے کیا۔ جوتی خورا۔ تماش بین آشنائی میں آشنا کو کیا کچھ دے دیتے ہیں۔ یہ تماش بینی کرتے چلا ہے۔ اللہ جانتا ہے میرے سامنے سے دور ہو نہیں ہیں جوتوں سے پیٹوں گی۔"

خیر نواب صاحب کی مارے ہنسی کے عجب حالت تھی بے چین ہو گئے جب چپت یاد آئی تھی بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑتے اور لوٹنے لگتے تھے۔

اب منشی مہراج بلی صاحب کی حالت زار کا حال سُنیئے۔ چپت کھا کر خود بدولت تو ایک دوست کے یہاں چلے گئے اور خدمت گار کو رخصت کر دیا۔ یہ خدمت گار بڑا اجڈ اور جھلا بوڑھا آدمی تھا اور پرلے سرے کا دشمن عقل اس نے گھر جا کر ایک بارن سے جو اندر آتی جاتی تھی کچا چٹھا کہہ سُنایا۔ بارن نے چپ سب حال سُنا اور گھر میں جا کر مہراج بلی کی بیوی سے بیان کر دیا۔

مہراج بلی کو کیا خبر کہ گھر میں خبر ہو گئی۔ وہ گھر پہنچے تو اب دروازہ نہیں کھلتا۔ چیخنے لگے "کھولو۔ (دھم دھماکر) ارے دروازہ کھول دو کوئی ہے۔ (کنڈی کو بجا کر) ارے رامدتوا۔ او مہری۔ گھرے کی مہرارو۔ یہ کیا ماجرا ہے بھئی سب کے سب

مر گئے ایک سرے سے سب کو سانپ سونگھ گیا (دروازے کو زور سے ہلا کر) توڑ ڈالوں گا ارے کھولو۔"

صدائے بر نخاست۔ کوئی جواب ہی نہیں دیتا۔ بالکل سناٹا۔ یا مرے اللہ۔ مہراج بلی اس قدر جھلائے کہ سڑک پر سے ڈھیلے چن چن کر پھینکنے شروع کئے۔ دو چار ڈھیلے ادھر اُدھر کے مکانوں میں پہنچے انھوں نے ڈپٹنا شروع کیا۔

آخر کار دروازہ کھلا اور گھر میں تشریف لائے۔ تو بیوی منھ پھلائے ہوئے۔ باارن بات نہیں کرتی۔ گھر کی بھری چپ۔ سب کے بشرے پر خفگی اور ناراضی کے آثار نمودار تھے۔ ابھی ان کی سمجھ میں نہ آیا کہ اس کا سبب اصلی کیا ہے۔

انھوں نے پوچھا "کتنے بجے ہوں گے بارن اس وقت۔

بارن نے کہا "ہم کا جانی جے بجے ہوں۔"

مہری سے بولے "مہری کچھ سنا تو نہیں کے بجے ہیں۔"

مہری نے جواب دیا "ہمرے پاس کا کچھ گھڑی رہت ہے۔"

اس کی بیوی بول اٹھیں "گھڑیالی سے پوچھو جاے کے کئے بجے ہیں۔"

بیوی کی صورت دیکھ کر مہراج بلی بولے "یہ آج سست کیوں بیٹھی ہیں۔"

بارن بولی "منہارن کا بلوائے بلوائے پچیتا اڑاوت ہو۔"

یہ سنتے ہی مہراج بلی کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا۔ ہاتھ پاؤں میں رعشہ۔ مارے شرم کے گردن نیچی غصے کو ضبط کر کے کہا۔ "کیا منہارن کیسی۔"

بس اس پر ان کی بیوی نے ڈانٹ بتائی "منہارن وہ جون کھپڑی سہلائیس رہے۔ اب سمجھیو کہ کون منہارن کہ ابھو ناہیں سمجھیو۔ تمکا سرم نہیں

آت ہے کہ لڑکا کی لڑکی۔ پوتا پوتی۔ ناتی نواسی موجود اور حرکتیں آس
کرت ہو۔"

مہراج جی نے جھینپتی ہوئی آواز میں کہا" یہ سب غلط ہے۔ خدا جانے
تم سے کس نے آکے جھوٹی باتیں کہدیں اور تم کو یقین آگیا۔ میں تو جانتا
بھی نہیں کہ کون منہارن اور کیسی منہارن۔ یہ سب غلط جھوٹ ہے۔"

بارن بولی "تو کھجمت دار جھوٹ بولت ہے۔"

مہراج جی نے دروازے کے پاس سے جھلا کر خدمتگار کو بلایا۔ کہا
"کیوں بے وہ منہارن کون ہے اور یہ تو نے یہاں آکے کیا آگ لگادی۔
طوفان باندھتا پھرتا ہے۔"

وہ بولا " ارے جون بھوا تون بھوا"

مہراج جی جھلا کر بولے" اب تو جوتے کھائے گا"

"ار صاحب جب تم بیٹیو تو ہم کو آہیں"

مہراج جی دو تین گھونسے لگا کر بولے" اور لے گا؟"

خدمتگار بولا "منہارن کا گستا ہم پر نکاست ہیں"

مہراج جی نے اسے اور پیٹا اور بولے" اب تو ہٹ جا ہمارے سامنے سے"

"اب ہم نوکری نہ کرب۔ بس اب جائت ہے۔"

"دور ہو مردود نمکحرام۔ دور ہو یہاں سے۔"

اسی دن سے مہراج جی اور ان کی بیوی میں نفاق شروع ہو گیا۔ یہ
بات بات پر ان کی لے دے کرنے لگیں اور روز جوتی بیزار ہونے لگی۔ ان کا

اعتبار بالکل جاتا رہا۔ بااین ہمہ نازو کا عشق ان کے دل میں اس قدر جاگزیں تھا کہ ہردم اسی کی یاد میں سر دھنتے تھے اور اسی کے عشق کے جنوں میں تنکے چنتے تھے۔"

ایک روز جب مہراج بلی اپنے اسی دوست کے ہاں پھر گئے تو ان کو دیکھتے ہی ان کے دوست نے مسکرانا شروع کیا کہا "بھئی لاکھ ضبط کیا مگر ہنسی ضبط نہیں ہوتی۔"

مہراج بلی گھبرا گئے کہا "آپ دوستی یارانے کے قابل ہرگز نہیں ہیں لاحول ولاقوۃ ہم درد دل سنائیں اور آپ سے اس کے علاج کی تدبیر دریافت کریں اور آپ اس کے جواب میں ہنسیں اور ہم کو بنائیں۔ واہ کیا دوستی ہے۔ بس جاؤ بھئی اب آج سے تمہارے یہاں آئے تو اس پر لعنت۔"

ان کے دوست نے ان کو للو پتو کر کے بٹھایا اور یہ مژدہ سنایا کہ بی نازو اب تھوڑی ہی دیر میں آیا ہی چاہتی ہیں۔ دوست نے یہ بھی کہا "نازو کا قول ہے کہ بغیر ایک شرط کے میں کسی ہندو کو صورت نہ دکھاؤں گی اور وہ شرط یہ ہے کہ جس شخص کو میں نے ایک دفعہ چپت لگا دی اس کو سال کر دیا اور اگر دوبار چپتیایا تو پھر تمام عمر اس کو نہیں چھوڑتی تو ہماری صلاح یہ ہے کہ ایک چپت اور کھا جائے اس میں کوئی عیب نہیں ہے۔"

مہراج بلی دل میں بڑے ہی خوش ہوئے کہ مار لیا ہے خدا کرے ایک مرتبہ اور چپت جما دے بلکہ ابکی اس زور سے لگائے کہ بڑی ہی چوٹ آئے تو پھر کیا پوچھنا ہے، مہراج بلی نے کہا "یار آج بلوا دو تو

لطف ہے۔"

انھوں نے کہا "آج ہی بلکہ ابھی ابھی۔ گھر میں چوڑیاں پہنانے گئی ہے۔ آلے۔ مگر شرط یہ ہے کہ آپ کی آنکھوں پر پٹی باندھی جائے گی اور اندھیری چڑھائی جائے گی اور ایک یا دو دھینگی لگا کر چلی جائے گی۔"

اس کے بعد تھوڑی دیر میں منشی مہراج بلی کی آنکھوں میں پٹی باندھی گئی اور کہا اب تھوڑی دیر میں نازو آنے والی ہیں۔ ان کے دوست احباب بھی جمع تھے اور سب کے سب چھپ چھپ کر ہنستے تھے کہ اچھا گاوری پھنسا ہے۔"

غرض جب مہراج بلی صاحب کی آنکھوں میں پٹی بندھ چکی تو سب نے کہا۔ "بھئی واللہ اس وقت تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ محلسرا میں ایک اور آفتاب جلوہ فگن ہے۔ رُخ زیبا کا یہ نور ہے۔ اے سبحان اللہ۔

مہراج بلی آہ سرد کھینچ کر بولے "بھول کر اے چاند کے ٹکڑے ادھر آجا کبھی۔ میرے ویرانے میں بھی ہو جائے دم بھر چاندنی۔

اتنے میں ان کے دوست نے کہا "ہشیار می آیدے"

چوڑیاں چھنکیں اور ان کی چندیا پر ایک ٹیپ پڑسی تو حضرت فرماتے ہیں "مہندی مالیدہ ہاتھ کی دھپ سے درد کافور ہو گیا سر سے۔"

ان کی آنکھیں کھول دی گئیں تو یہ رخصت ہوئے اور اپنے دوست کا شکریہ ادا کیا۔

پھر اسی روز سر شام ہی سے مہراج بلی اپنے دوست کے ہاں جا بیٹھے۔

نو بجے کے قریب ایک کمرے میں پہنچ گئے۔ جہاں پلنگ بچھا تھا اور روشنی کا نام نہ تھا مگر ان سے کہدیا گیا تھا کہ جب چاندنی چھپ جائے تب نازو سے گفتگو کیجئے گا۔ کمرے میں جا کر پلنگ پر لیٹے اور ذرا ٹٹولا تو کہا ؎

بتاؤ تو مجھ کو کرے واسطہ خفا کیوں ہے یہ اختلاط میں اے کج ادا جفا کیوں ہے

بولو نازو باتیں تو کرو۔ یا خدا چاندنی کہیں غائب ہو تو میں اپنے چاند کی صورت دیکھوں۔"

جب انھوں نے دیکھا کہ نازو خراٹے لینے لگی تو آہستہ آہستہ ڈرتے ڈرتے پاؤں دباتے لگے۔ جب چاندنی چھپ گئی تو ان کی بیقراری اور بھی بڑھی انھوں نے آہستہ سے نازو کو جگایا۔ شانہ پکڑ کر چاہتے تھے کہ معشوق کو اپنی طرف کھینچیں کہ نازو نے ہاتھ پکڑ لیا۔ اب دھڑ دھڑ کے زور کرتے ہیں نازو ہاتھ نہیں چھوڑتیں مگر چادر سے اپنے کو اس طرح لپیٹے ہوئے کہ مہراج بلی کو کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ ایک دفعہ ان کا ہاتھ اس زور سے دبایا کہ یہ چیخ اٹھے۔ ان کے چیختے ہی نازو نے ہاتھ ڈھیلا کر دیا اُٹھ کر چادر ہٹاتے ہیں تو یہ چیخ کر بھاگے۔

مہراج بلی سمجھے تھے کہ اس پلنگ پر ایک چاند نکل آئے گا مگر کالا بھجنگا ہفتہ کا روز نظر آیا۔ اس ڈنڈ پیل گراں ڈیل حبشی کی صورت دیکھتے ہی فوراً غل مچایا اور مارے ڈر کے کانپتے ہوئے بھاگے کہ ایسا نہ ہو پکڑ لے۔ باہر آئے تو وہ فرمائشی قہقہہ پڑا کہ ان کے ہوش اڑ گئے۔

الغرض ان سب سے بگڑ کر مہراج بلی گھر پہنچے تو اب دروازہ نہیں کھلتا۔ بولے "دروازہ کھولو" دروازہ دھمدھما کر بولے ارے دروازہ کھولو۔

صدائے بر نخاست۔ کوئی جواب ہی نہیں دیتا۔ بالکل سناٹا اور لطف یہ کہ
ان کی بیوی اور مہری ہیں کو ٹھے پر۔ باآواز بلند باتیں ہوتی جاتی ہیں اور جواب
ندارد۔ اس پر یہ اور بھی جھلائے۔ انھوں نے کئی بار اصرار کیا کہ اب دروازہ
کھول دو مگر ان کی بیوی اور مہری نے ایسی مسٹ ماری کہ جواب ندارد۔ آخر کار
تڑکے حسب معمول دروازہ کھولا گیا تو ڈیوڑھی میں جوتا اُتار کے آدمی کی طرف
دوڑے۔ آدمی یہ جا اور وہ جا۔ اندر گئے تو باران کے پیچھے جھاڑو لیکر دوڑے
وہ جا کے کوٹھری میں چھپ رہی۔ مہری کی طرف جھلا کے چلے تو اس نے ان کی
بیوی کی پناہ لی۔ یہ آگ بھبوکا تھیں بولیں "رات تھے کہاں نہ دو ئی بجے آئے"
"تم کہہ تو گئے تھے صاحب نے کمیٹی میں بلایا تھا" وہاں تھے"
"بس ہمکا چلتر باجی نہ بتاؤ۔ رات کا کمیٹی ہوت ہے"
"لے سچ سچ کہہ دوں ایک جگہ مشاعرہ تھا"
"مسارہ کا۔ ناچ تھا پتریا ناچت رہے اور تم بجے لوٹت راہو۔ مسارہ تھا"
"نہیں مشاعرہ تھا مشاعرہ۔ یہی مشاعرہ جو ہوتا ہے۔ بھلا تم سے جھوٹ
کہیں گے۔ یقین مانو مشاعرہ تھا"
"تم جھوٹن کے سردار ہو۔ ہم سے کہیو کمیٹا تھا اب کہت ہو مسارہ تھا"
"تمھارے سر کی قسم مشاعرہ تھا۔ یقین سمجھو ہم جھوٹ اے سچ کہتے ہیں"
"دیکھیو نا۔ حال کھل گوا۔ زبان سے نکس گوا کہ ہم جھوٹ بولت ہیں۔ اے
ہم تو پہلے ہی کہت راہی"
"مگر تمہارا اس حرکت ہمکا نیک ناہیں لاگت ہے۔ محلہ بھر جاگ اُٹھا

اور تم نہ بولیو۔"

بیوی نے ڈانٹ کر کہا "کاہے کا بولی" اور انگوٹھا دکھا کر بولیں "ہمار یہ دولت ہے۔ جہ کے پاس حرام جادی گے رات رہیو وہی سے کھلواؤ۔ بس ہمار جیاں نہ کھلواؤ اب۔"

---

(۳)

شام کو نواب صاحب ان کے مصاحبین اور مہراج بلی غول کا غول بی قمرن کے در دولت پر داخل ہوئے۔ نواب صاحب تو قمرن کے ساتھ ہوئے۔ مہراج بلی نے نازو سے بھی گفتگو شروع کی۔

"بی نازو جان صاحب۔ اللہ اللہ مزاج شریف حضور کے۔ اب کیوں مزاج ملنے لگے۔"

"چولہے بھاڑ میں جا مونڈی کاٹے موا جلیا زمانے بھر کا مجھے تیری صورت دیکھ کے غصہ آتا ہے۔"

"یا الٰہی تو اب یہ طعنہ کب تک دیا کرو گی۔"

"جب تک تیری گھٹیا مچھپاتی نہ نکلے گی۔ مر تو۔"

"دیکھو تم کس قدر ظلم ہم پر ڈھاتی ہو اور ہماری تم پر جان جاتی ہے اور تمھیں اس کی ذرا شرم نہیں آتی ہے۔ یہ کیا کچھ اچھی بات ہے۔ مگر تمھاری سمجھ

ع "سمجھ اپنی اپنی ہے بوجھ اپنی اپنی"

"عشق بھی چرایا ہے اور کنجوسی بھی نہیں چھوڑتا۔ عشق بازی کو کنجوسی سے کیا سروکار۔"

"اچھا اب تم یہ انصاف کرو کہ اگر ہم کو کنجوسی کا خیال ہوتا تو ہم کاہے کو تم سے دل لگاتے اور نوٹ جو ہم نے دیا تھا خدا گواہ ہے کہ دھوکے سے دیا تھا جان بوجھ کر نہیں دیا تھا اگر تم کو یقین نہیں آتا تو مجبوری ہے۔ تم ناحق ہم سے بگاڑتی ہو ہم بڑے کام کے آدمی ہیں جس طرح قمرن اس ٹھاٹھ سے رہتی ہیں اس طرح تم بھی رہو گی اور چین کرو گی۔ مگر خدا جانے تم ہم سے اس قدر کیوں خلاف ہو اور بے وجہ اور بے سبب لینا ایک نہ دینا دو۔ افسوس کا مقام ہے۔ یہ بھی ہماری قسمت کی خوبی ہے اور کیا کہیں اچھا اب یہ بتاؤ کہ تم راضی کیوں کر ہو گی۔ کوئی صورت بناؤ کی ہے یا کسی صورت سے بھی موافقت نہیں ہو سکتی۔"

"ہم ایک دفعہ تم سے بھرک کھا گئے۔ اب ہم کسی طرح کی بات چیت تم سے نہیں کرنا چاہتے بس جو تم نے اس دفعہ ہمیں جُل نہ دیا ہوتا تو ہم تم کو خود ہی چاہنے لگتے۔ اب نہیں۔ اب کسی طرح نہیں ہو سکتا چاہے ادھر کی دنیا ادھر ہو جائے تم بڑے جعلئے ہو تم سے خدا بچائے۔"

"اچھا نواب صاحب سے ضمانت دلوا دوں۔"

"ضمانت کیسی۔ ہم سے۔ اب مت بک بک کرو۔"

"ہماری بھی کیا قسمت ہے۔ ہم جان دیتے ہیں تم پر نازو اور تم جلاتی ہو ہم کو"

"تو اسی قابل ہے۔ تو باتوں کا آدمی نہیں ہے لاتوں کا آدمی باتوں سے

ہیں مانتا۔"

"اب لاتیں ہی تو ہاں باقی رہ گئی ہیں۔ ہاتھ سے تو تم کھوپڑی سہلا چکی ہو۔"

"اوے اس دن تو تو بچ گیا نہیں تو قسم خدا کی عمر بھر یاد کرتا۔"

"اور اب بھی عمر بھر یاد کروں گا۔ میں بھولنے والا نہیں ہوں اور پھر کیسی بات!"

"اب بک بک کر کے جان نہ کھاؤ ہماری۔ مغز کھائے جاتا ہے اور بیہودہ خرافات بکتا ہے۔"

"ہم تو درد دل کہتے ہیں وہ اس کو بک بک سمجھتی ہیں۔ کیسی مصیبت میں جان ہے۔"

"ایسوں کی یہی سزا ہے موے پر سو دُرّے۔"

الغرض تھوڑی دیر کے بعد یہ سب اپنے اپنے گھر رخصت ہوئے۔

مگر کئی دن کے بعد مہاراج بلی کی قسمت جاگی اور نازو نے ان کو بلا بھیجا۔ وہ اس کے پاس آتے ہی بولے "اس وقت اگر قارون کا خزانہ بھی ملتا تو واللہ اس قدر خوشی نہ ہوتی۔ تم نے بلا لیا نازو۔"

"اب دیکھو مہاراج بلی ایک بات یاد رکھو ہم کو تین پانچ نہیں آتا جو کہو وہ کر دکھاؤ بس۔ ہاں۔"

"دیکھو جیسے ہی تمہارے آدمی نے آواز دی اور کان میں کہا کہ نازو نے بلوایا ہے ویسے ہی میں لپکا۔"

"نواب صاحب کے سامنے تمہاری وہ تعریفیں کروں کہ خوش ہو جاؤ۔

اب آج ہم تم کو جانے نہ دیں گے۔"

"اور سُنئے گا اس کے یہ معنی کہ اب ٹھنڈے ٹھنڈے راہ لیجئے۔ چہ خوش چرا نباشد۔ اور بندہ جانے والے کو کچھ کہتا ہے۔"

"ایک دن اپنی جورو اکو دکھا دو۔"

"میں جورو سے ڈرتا ہوں صاف تو یوں ہے۔"

"اے ہے۔ کیا وہ بھی چپتیاتی ہے۔ چل جوتی خورے۔ مہتروں کے ساتھ خوب بڑھ بڑھ کے باتیں بناتا ہے۔"

"کیوں صاحب یہ ہمیں اختلاط ہیں گالی گلوج۔"

"تیری ایسی چلا ہے ہم سے بھی باتیں بنانے۔"

"آج کا دن بھی کیا مبارک دن ہے کہ نازو اور ہم کو خود بلوا بھیجیں۔"

"ہم نے اس مونڈی کاٹے مہتر سے اِتنا ہی کہا تھا کہ تو سارے محلے کا کوڑا ہمارے دروازے پر لگاتا ہے الگ ہٹا کے کیوں نہیں رکھتا۔ بس اِتنی سی بات پر ماما سے اُلجھ پڑا۔ تم کیا کوئی حاکم ہو کون ہو کون تم۔ یہ ہم کو تو ماما نے بتایا کہ ان کو بلواؤ صفائی انھیں سے ہے۔ جب ہم نے تم کو بلایا اب محلے بھر میں کوئی چوں تو کر نہیں سکتا۔"

ماما بولی "سیاں بھئے کتوال اب ڈر کا ہے کا۔"

نازو نے کہا "ہے ہی۔ اب اِتنے کام کے بھی نہیں تو کیا چولھے میں کوئی جھونکے اِن کو۔"

"لے اور سنو۔ کہاں تو محبت کی باتیں ہوتی تھیں کہاں چولھے میں جھونکنے لگیں

"ہمارا کام ہی یہ ہے۔ معشوق ہیں گھر نہیں۔"

"تھوڑی دیر دونوں خاموش رہے۔ پھر نازو نے کہا" اب بتاؤ تمھاری کیا خاطر کریں۔ مہراج بلی۔"

"بس ہم کو پیار کرتی جاؤ اور کچھ نہیں بس اس سے بڑھ کر ہماری کیا ہوگی۔"

"پیار کرنے میں دام صرف ہوتے ہیں۔"

"کیا پرواہ ہے جان تک حاضر ہے جانی۔"

"بس سب زبانی داخلہ منھ پر خوشامد۔"

"اچھا تم کو کیا چاہئے۔ کیا۔ لے بتا چلو۔ بولو کچھ کھانے کو منگوائیں۔ کیا کھاؤ گی۔ پوریاں اور تکونے منگوا لو۔ بس۔ اور منھ میٹھا کرنے کے لئے رابڑی۔ بول جانی کیا خفا ہوگئیں۔"

"وہی اپنی اصلیت پر آگیا نا۔ کیا دو چار آنے میں ٹالنے چلا ہے مگر ہم کب ماننے والے ہیں لے وہ بیس روپیہ والے نوٹ تو لاؤ۔"

"آج بھیج دیں گے۔"

"بھیج دیں گے۔ جب باوا مریں گے تب بیل بٹیں گے۔ ابھی ابھی لاؤ جہاں سے بنے۔"

"تو کیا میں نوٹ باندھے پھرتا ہوں۔"

"اچھا گھر سے منگوا دو۔ ہم ایک نہ مانیں گے۔ منگوا دو ہمیں۔ ہم ہرگز ہرگز تو مانیں گے نہیں۔"

"اچھا ہم خود جا کے لے آئیں گے۔ ذرا تامل کرو۔ تم تو جان مارے ڈالتی ہو"

"کون۔ واہ۔ یہ چکمے بازی پھر چکمہ کیا۔ جانے کون دیتا ہے بے لئے ہم جانے نہ دیں گے۔ کسی مہاجن دوست آشنا کسی کے ہاں سے منگوا لو۔ کیا بیس روپئے کے لئے تم مہنگے ہو۔ اتنے امیر۔ ہمارا جی چاہتا ہے عمدہ بنی ہوئی برفی کھائیں جس پر چاندی کے ورق لگے ہوں۔"

مہاراج بلی کو ٹکا دوال نہ تھے مگر نازو نے اس قدر عاجز کیا کہ مجبور ہو کر انھوں نے صفائی کے جمعدار کو بلوایا۔ اور کہا "ایک روپے کی تازی تازی برفی جلد بنوا کر لاؤ۔ مگر چاندی کے ورق ضرور لگے ہوں۔"

نازو نے کہا "اور ساڑھے چار گز اطلس بھی منگوا دو پھولدار اطلس۔ ہم دگلا بنوائیں گے۔"

مہاراج بلی نے حکم دیا "اور ساڑھے چار گز پھولدار اطلس بھی لیتے آنا" مگر اشارے سے کہدیا کہ نہ لانا۔ نازو نے آنکھ کا اشارہ دیکھ لیا اور بگڑ کر چلاغ سے ایک چپت جمائی "موئے کنجوس مکھی چوس تماش بینی کرنے چلا ہے اور خرچتے ہوئے دم نکلتا ہے۔ ہمارے سامنے آنکھ کا اشارہ کیا۔ بس چل دور ہو میرے سامنے سے تیری صورت نہ دیکھوں گی۔ اگر کبھی مجھے دو گھڑی کی بھی حکومت ہو جاتی تو گھڑا چنوا دیتی تجھکو۔ موا بے ایمان کہیں کا۔"

مہاراج بلی نے فوراً جمعدار کو پکارا "بھئی مرزا کام چھوڑ کر تم پہلے ساڑھے چار گز اطلس لاؤ لپکتے جاؤ اور لپکتے آؤ۔ دیکھو نا نازو تم بیکار کے لئے ہم سے جھگڑتی ہو۔ حق ناحق فساد مول لیتی ہو۔ ہمیں بڑا رنج ہوتا ہے اللہ جانتا ہے

اور تمھاری سمجھ میں نہیں آتا بھلا میں اشارہ کیوں کر دیتا آخر مجھے کیا ملتا اور ساڑھے چار گز اطلس کی کیا حقیقت ہے تم پر سے بزازے کا بزاز اصدقے کر دوں تم تو کلیجے میں رکھنے کے قابل ہو۔"

نازو مسکرا کر بولی" اس طرح کی باتیں کرتا ہے کہ کوئی جانے گھر ہی تو بھر دیگا۔"

اتنے میں جمعدار نے آواز دی " میں حاضر ہوں"۔ نازو نے جھانک کے دیکھا کہ اطلس لایا ہے یا نہیں لایا ہے۔ ماما دھم دھم کرتی ہوئی اوپر گئی اور اطلس لائی۔

نازو نے دیکھ کر کہا" ہاں ایسی ہی چاہیے تھی۔ یہی کہی تھی۔"

مہراج بلی بولے" تمھارے دم کے لیئے سب ہی کچھ حاضر ہے۔"

"اب اس کی گوٹ اور استر تو منگواو۔"

"ہاں ہاں منگوائے دیتے ہیں۔ دیکھو ذرا اشارے میں اطلس منگوادی کہ نہیں۔"

"گرنٹ کی گوٹ منگوانا اور شالباف کا استر۔"

"سب آجلے گا۔ ہمارے کہنے کی دیر تھی کہ اطلس منگوادی فوراً۔ تمھارے واسطے جان حاضر ہے۔"

"اور وہ برفی کہاں ہے پوچھو تو۔"

"جمعدار وہ برفی کہاں ہے۔"

"اے لو وہ چپت ہوا۔ سکھائے پڑھائے آدمی ہیں ارے میں تیری باتیں خوب سمجھتی ہوں۔"

"نہیں۔ نہیں جا سکتا ہے بھلا کیا مجال۔ عشق صادق ہے ہمیں جب تو

اطلس فوراً ہی منگوا دی بس حکم کی دیر تھی۔"

نازو نے اطلس کو دور پھینک کر کہا "چولہے میں گئی تیری اطلس ہوا اوچھا جب سے سو ہی دفان تو کہہ چکا ہوگا کہ اطلس دی۔ اطلس منگوا دی۔ فوراً ہی تو اطلس منگوا دی۔ ایسے دینے پر نالت۔ خدا ایسے اوچھے سے کوئی چیز نہ دلوائے"

"تمھاری دوستی شیر کی دوستی ہے بس۔"

"بس معاف کیجئے بندی درگذری مجھے گوٹ ووٹ نہیں چاہئے۔"

مہاراج بلی اس کے پاؤں دبا کر بولے "میں صدقے میں قربان خفا نہ ہو اے کسی پر دل آنا بھی بری بلا ہے۔"

"ظاہرداری بہت آتی ہے دنیا ساز۔"

اتنے میں جمعدار نے آواز دی "حضور برفی لایا ہوں۔"

ماما دوڑی گئی اور برفی لے آئی۔ مہاراج بلی نے ایک برفی کی ڈلی اٹھا کر نازو کو دی۔ نازو نے مسکرا کر لے لی۔ اب نازو اصرار کرنے لگیں کہ از برائے خدا تم بھی کھاؤ اور ان کی جان عذاب میں کہ ہندو آدمی ہوں۔ برفی کیوں کر کھاؤں اول تو جمعدار لایا ہے۔ پھر ماما وہاں سے یہاں تک لائی لیکن اب کریں تو کیا کریں

نازو نے کہا "ہم ایک نہ مانیں گے۔ ادھر کی دنیا چاہے اُدھر ہو جائے برفی کھانی پڑے گی۔ میں مانوں گی نہیں۔ بس یہی کہتے تھے کہ دل مل گیا۔ دل ملتا تو فوراً برفی کھا لیتے یہ انکار کرنا کیا معنے۔"

مہاراج بلی ہیں کہ ہاتھ بھی جوڑتے ہیں پاؤں بھی پڑتے ہیں ٹوپی بھی قدموں پر رکھتے ہیں۔ ہزار ہزار طرح سے خوشامد کرتے ہیں مگر نازو ایک نہیں

مانتی۔ آخر میں بولے "ایں ہمہ فتور باعث اصل است کہ گفتہ اند ؎

عاقبت گرگ زادہ گرگ شود گرچہ با آدمی بزرگ شود"

(۴)

ایک روز جھٹپٹے وقت نواب نامدار کا دربار گرم تھا جناب منشی مہراج بلی صاحب المتخلص بہ لالہ روغن زرد تشریف لائے اور فرمایا "پرسوں آپ سب صاحب غلام کے کفش خانہ پہ جو کچھ ماحضر ہو تناول فرمائیں۔"

نواب صاحب اور آغا صاحب نے بڑی خوشی سے دعوت قبول کی مگر میاں اختر نے دو اعتراض جمائے ایک یہ کہ جب کفش خانہ کہا تو غلام کے لفظ کی کیا ضرورت تھی۔ دوسرے ماحضر کے ساتھ جو کچھ کی لفظ غلط ہے ماحضر کے معنی تو خود ہیں جو کچھ حاضر ہے۔

منشی مہراج بلی بہت جھلائے کہا "تمھاری دعوت کون مردود کرتا ہے۔ تم بس اسی کتر بیونت میں رہو کہ کفش خانے کے بعد غلام نہیں آتا اور غلام کے بعد کفش خانہ۔ پاگل نامعقول تم کیوں ہمارے بیچ میں بولتا ہے۔ چرا شما در گفتگوے دخل در معقولات کردن توانی کا ہے واسطے ٹوکنے مانگتا ہے۔ اگر دعوئ فارسی دانی می دارید کہ ای روز امتحان ما باشمارہ برو ئے عالمایان در فرنگی محل شود کہ گفتہ اند بقول شخصے لیصول علی الکلب۔"

اس پر حاضرین جلسہ بے اختیار ہنس پڑے کہ ماروں گھٹنا پھوٹے

آنکھ وہی مثل صادق آتی ہے۔ یہ کتے بلی کا یہاں کیا ذکر تھا۔ واہ مہراج بلی کیوں نہ ہو۔"

نواب صاحب نے مہراج بلی کے ٹھنڈا کرنے کو کہا "تو بھئی کوئی غیر آدمی تو نہیں ہیں۔۔ ہاں صاحب یہ تو فرمائیے کہ کھلائیے گا کیا۔

مہراج بلی نے انکسار سے کہا "کھلائیں گے کیا۔ دال دلیا گھانس پھوس"

اس پر نواب صاحب ہنس دیے "حضرت دال دلیا تک تو خیریت تھی مگر گھانس پھونس تو حضور خود ہی نوش فرمائیں۔"

مہراج بلی نے بڑی متانت سے جواب دیا "اور سب چیزیں تو خیر اچھی ہوئیں گی مگر ایک شے ایسی کھلاؤں گا کہ عمر بھر نہ بھولو گے"۔ لوگوں نے پوچھا وہ کیا شے ہے۔ فرمایا "لچئی آٹے کی لچئی۔ موین ڈال کے اور اس کے اندر بیسن اور پٹھی بھرتے ہیں۔

نواب صاحب نے دریافت کیا "لچئی ثقیل تو نہیں ہوتی۔"

"اب اس کا حال نہ پوچھئے پرسوں کچھ دور نہیں ہے کل ہی کا دن تو بیچ میں ہے۔ نئے دانت آجائیں تو سہی۔"

"اور کیا کیا ہوتا ہے۔"

"سب کھانوں سے زیادہ چٹ پٹا پن پکوڑی میں ہوتا ہے۔"

"واہ لالہ پکوڑی مل۔ واہ لالہ کچوری مل۔"

"منشی مہراج بلی نے اینڈتے ہوئے کہا "اور کھیر کھلائیں گے۔ دودھ میں چانول ڈال کے کھیر بنتا ہے۔"

"خوب ہوا کہ بنتی ہے نہیں کہا۔ کھیر بنتا ہے۔ سچ ہے یہ بڑی ٹیڑھی کھیر نہیں محاورہ ہے بلکہ ٹیڑھا کھیر ہے۔"

"اور ایک قسم کے میٹھے چاول کھلائیں گے جس میں سب قسم کی میوہ ڈالی جاتی ہے۔"

اتنے میں نواب صاحب نے ایسا سخت سوال کیا کہ مہراج بلی کے ہوش اڑ گئے۔ پوچھا "اور طائفہ کون کون ہوگا؟"

وہ سر کھجلا کر بولے "طائفہ! دیکھئے۔"

"مشتری! ان سے بڑھ کر خوش گلو کون ہے۔"

مہراج بلی سوچے کہ اگر ان کو بلایا تو بیس بائیس کی ٹھک جائے گی کچھ دیر غور کر کے کہا۔ "منے خاں کو بلوالیں گے۔"

نواب صاحب نے قہقہہ لگایا اور کہا "مرد کے گانے میں تو ہم کو مزہ نہیں آتا اس سے شاہ مینا کی درگاہ کیوں نہ چلے جائیں۔"

اب مہراج بلی چکرائے۔ انھوں نے چاہا تھا کہ چار پانچ روپیہ میں ٹال دیں مگر وہ لوگ کب ماننے والے تھے کہا "صاحب سنئے ہم بتائیں یہ دعوت کرنے والے کی رائے پر موقوف ہے۔ آپ لوگوں کو اس سے کیا بحث ہے۔"

تیسرے روز حسب قرار منشی مہراج بلی صاحب کے ہاں نواب محمد عسکری اور ان کے مصاحبین دو گاڑیوں پر سوار ہو کر داخل ہوئے گاڑیاں دروازے پر ٹھہریں۔ باری پھاٹک پر بیٹھا حقہ پی رہا تھا۔ نواب صاحب کے خدمتگار نے پوچھا "اے منشی مہراج بلی صاحب ہیں۔"

اس نے کہا "کاؤجانی"۔

خدمتگار کو اس پر پھر غصہ آگیا کہا "کاؤجانی بے دریافت کر کے بتا"۔

نواب صاحب کو بھی غصہ آگیا بولے "صریح مردود دیکھتا ہے کہ دو چار

رئیس زادے کھڑے ہیں اور خود ڈٹا بیٹھا ہوا ہے۔ ایسے نوکر کی ایسی تیسی مردود کی"

یہ آواز سن کر منشی مہراج بلی نے برآمدے سے سر نکالا اور کہا "آداب

عرض ہے۔ یہ آج آپ لوگوں نے کہاں کا دھاوا کر دیا"۔

نواب صاحب نے کہا "ایں کہاں کا دھاوا کر دیا۔ کچھ واہی تو نہیں

ہوا ہے بے۔ کہاں کے دھاوے کی ایک ہی کہی بے نیچے آؤ یا دروازہ کھلواؤ"

"بھائی صاحب بندے کو تو آج فرصت نہیں ہے اب کسی اور دن

کمترین کو سرفراز فرمایئے گا"۔

"کچھ آپ واہی تو نہیں ہوگئے ہیں"۔

"واہی اسی محلے میں رہتے ہیں"۔

"اب آپ کے پٹنے کے لچھن ہیں"۔

"زیادہ بولو گے تو یہاں سے ڈھیلے برساؤں گا۔ تم بولے اور میں نے

کلوخ اندازی شروع کر دی"۔

"کلوخ اندازی! ڈھیلے ماروں گا نہ کہیں گے۔ لالہ روغن زرد ہیں نا۔

کلوخ اندازی کرو گے تو دنداں شکستگی ہم بھی کریں گے۔ دل لگی نہیں ہے۔

کلوخ اندازی میں فرق دلان پر بن آئے گی"۔

الغرض منشی مہراج بلی کے ہاں سب داخل ہوئے اور جاتے ہی ایک

کمرے میں اڑنے لگی۔ مہاراج بلی نے دو بوتلیں دیسی شراب کی منگوا رکھی تھیں اور دو بوتلیں ولایتی کی۔

نواب صاحب نے کہا "ابے یہ دیسی شراب کیوں منگوائی"۔

"بھئی" مہاراج بلی نے کہا "اب تو یہی حاضر ہے"۔

ابے کیا کسی کو تقیر مقرر کیا ہے۔ "حاضر ہے"۔

الغرض سبھوں نے خوب اڑائی اور چاروں بوتلیں خالی کر دیں اور سب کو اچھا سرور ہو گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد مہاراج بلی نے ایک بوتل اور پیش کی کہا بھائی صاحب یہ بھی اک نایاب شئے ہے۔ نواب صاحب نے بوتل ان سے لے کر گلاس میں شراب انڈیلی تو ناک بھوں چڑھا کر کہا "ارے یہ تو دیسی ہے"۔

کل حاضرین جلسہ نے تھڑی تھڑی کی اور کہا "خدا تجھ سے سمجھے ارے کمبخت تجھ سے ڈھائی روپیہ کی ولایتی شراب نہیں منگوائی جاتی"۔ آخرکار نواب صاحب نے اپنے خدمتگار کو بھیج کر اپنے روز مرہ کے پینے کی چیز منگوائی۔

اتنے میں منشی مہاراج بلی کی بارن آئی اور کہا "گھرماں پوچھت ہیں کہ میدہ اور گھیو اور ترکاری کب تلک منگھیو"۔

اب تو سب چکرائے۔ نواب نے کہا "ارے ظالم ہم تو سمجھے تھے کہ کھانا پک گیا ہو گا۔ ابھی گھی اور میدہ اور ترکاری ہی کی پکار ہے واللہ مار ڈالا"۔

مہاراج بلی سخت جھینپے۔ بارن کو ایک ڈانٹ بتائی اور زنان خانے میں گئے۔ تو ان لوگوں کے کان میں دور کی آواز آئی "کاہے واسطے تم بارن کو

بھیجا ہے۔ تم بیوقوف عورت۔ یو بلڈی فول۔"

اس کے جواب میں ایک عورت نے کہا" جو ہم سے اول پھول بکھونا۔ کوؤ تمھار لونڈی ہے کہ تمھار جاکھات ہے۔ آئے وہاں سے بڑے زوئی بنکے نہ گھی منگوئیو نہ میدہ لجیئی کاؤ تمھار موئرٹ پکیئی۔"

اس کے جواب میں کوئی آواز نہیں آئی اور یہاں لوگوں کی کیفیت کہ مارے ہنسی کے بُرا حال تھا۔

تھوڑی دیر میں منشی مہراج بلی صاحب تشریف لائے۔ سب نے ہنسی ضبط کی کہ اس وقت جھیپا اور جھلایا ہوا ہے زیادہ نہ چھیڑنا چاہیئے ورنہ بگڑ جائے گا۔

اتنے میں آدمی بوتل لے کر آیا۔ خدمتگار نے گلاس میں اُنڈیل کر منشی مہراج بلی کی خدمت میں پیش کی۔

مہراج بلی بولے" آپ سب صاحب نوش فرمائیں۔ میں ابھی نہ پیوں گا۔"

جب نواب صاحب نے اصرار کیا تو مہراج بلی نے کہا" یار نوکر نے کیوں چھولیا۔ ہم دوسرے گلاس میں پئیں گے۔"

نواب صاحب نے کہا" واہی ہے۔ اُڑا جا۔"

مہراج بلی نے دو دفعہ کر کے پی اور گلاس فرش پر رکھدیا اور بہت خوش ہوئے۔

اب سُنئے کہ مہراج بلی صاحب نے دعوت تو کر دی مگر روپیہ صرف کرتے ہوئے جان نکلتی تھی لیکن شراب جو پی تو یہ سوجھی کہ حاتم کی قبر پر لات

ماریں۔ فوراً حکم دیا کہ جس قدر خوش گلو عورتیں ملیں سب کو بلا لاؤ۔ حکم کی دیر تھی ایک خوش گلو آکر گانے لگی۔

مہاراج بلی بولے "شراب کے شعر ہوں اس وقت ے
کف سیمیں میں اس پری وش کے — پھول ہے ساغر شراب نہیں"

نواب نے کہا "یار سننے تو دو۔ تم تو بک بک کرتے ہو۔ لطف صحبت ہی سے نہیں واقف ہو تم"۔

خیر مہاراج بلی زنانے میں گئے کہ دیکھیں کھانا پک گیا یا نہیں پکا بڑی دیر ہو گئی۔ انھوں نے اپنی بیوی سے پوچھا "اب کیا کر رہے"۔

"پو منھ کا لکھا ہے" بیوی نے جواب دیا۔

"ارے آخر کتنی کر رہے"۔

"تم جاؤ یہاں سے جب پک چکی تو بلائے لیب"۔

"دیکھو ہنسی نہ ہونے پائے۔ ہنسی ہمار نہ ہوئے پلے ہاں۔ جو ہمارہ ہنسی ہوئیے تو تمھارو ہنسی ہوئیے اور جو تمھار ہنسی ہوئیے تو ہمارو ہنسی ہوئیے ہے کہ ناہیں ہنسی ہوئیے سمجھیو"۔

"اب تم کا تنک سی پی کے چڑھ جات ہے۔ تم جاؤ یہاں سے ہم نہ پکاب"۔

مہاراج بلی ہاتھ جوڑ کر بولے "منتی کرت ہوں" اور پھر گا کر کہنے لگے "منتی کرت ہوں میں جیری تہاری۔ آن"۔

بیوی نے مسکرا کر کہا "کاہے کا پی جات ہو"۔

"نہیں نہیں۔ اس وقت بدلی ہے اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے
مسکھری کا جی چاہت ہے۔"

بیوی نے ہنس کر کہا "ارے اب جاؤ یہاں سے۔"

منشی مہاراج بلی کو کچے گھڑے کی چڑھی تھی رسوئیں میں بیٹھ کر آپ نے گانا
شروع کر دیا "منتی کرت ہوں بار بار میں بیری تہار۔"

بیوی ہنس کر بولیں "میں کہت ہوں تم کا ہوے کا گوا ہے۔ بڑے وہ ہو۔"
"میں بیری تہار۔ کہ گفتہ اند ے

سخیاں را بدست اندر درم نیست   خداوندانِ نعمت را کرم نیست

مجھیں یعنی مردمانے کہ سخاوت پیشہ ہستندے آں مردم را در کفِ خویشتن روپیہ
واٹھنی وچونی نہ باشد کہ درم عبارت از زرو   زر باشدے

جھرگن آتی ہے پری جن کے پرستان کے بیچ   بھیرویں مجھ کو سُنا دے تو پرستان کے بیچ

گھر میں جتنی عورتیں تھیں سب قہقہے لگاتی تھیں مگر ان کو اس سے کیا
بحث تھی۔ ان کو گانے اور تھرکنے اور مٹکنے سے سروکار تھا۔ دگر ہیچ۔

الغرض مہاراج بلی باہر تشریف لائے تو نواب صاحب نے ان سے کہا "اتنی
دیر کس بات میں لگائی ہم لوگوں کا بھی خیال نہ رہا ایسے مزے میں آئے۔"

"یار ہم تو ایک خرابی میں پھنسے ہوئے تھے۔"

"کیا خرابی تھی؟"

"بیوی ہماری کہنے میں نہیں ہیں۔ کم سے کم کوئی ہزار مرتبہ کہا ہوگا۔
منتی کرت بار بار میں بیری تہار۔ راضی ہو جاؤ۔ مگر نہیں مانتیں۔ بھائی ہماری

تو جان عذاب میں ہے کہ گفتہ اند ع چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی"۔

اس پر فرمائشی قہقہہ پڑا۔ اور حاضرین جلسہ ان کی بیوقوفی پر مارے ہنسی کے لوٹ لوٹ گئے۔

مہراج بلی بگڑ کر بولے "آپ نے کیا ہم کو مسخرہ یا بیوقوف مقرر کیا ہے۔ کیا خوب کاہے واسطے تم لوگ ہم پر قہقہہ زنی و خندہ زنی کرنے مانگتا۔ یہ بلڈی نونسنس"

"ارے یار تم بات ہی وہ کرتے ہو کہ لاکھ ضبط کرو مگر پھر بھی ہنسی آجاتی ہے۔ ایسا بیوقوف اور بوکھل آدمی کم دیکھنے میں آیا ہوگا الو کی دُم فاختہ"۔

کچھ دیر کے بعد نواب نے کہا "ارے یار عزیز اب کچھ کھانا لائیگا یا نہیں"؟

مہراج بلی بولے "ارے یار گئے تھے تو اسی لئے مگر اُستاد باتوں میں پھنس گئے"۔

"معلوم ہوتا ہے تم نے کچھ پکوایا نہ تھا کہ مبادا لوگ نہ آئیں اور دام خراب جائیں۔ آدمی کنجوس تو ہو ہی۔ اب جب ہم آگئے تو میدا اور گھی اور ترکاری منگوائی۔ بڑے اُستاد ہو واللہ"۔

"بھائی صاحب اصلیت تو یہی ہے۔ بندہ جھوٹ کیوں بولے۔ یاراں چوری نہ بیراں دغا بازی۔ بندہ سوچا کہ میں تو یہاں تیاری کروں جالیس پچاس کے ماتھے جائے اور آپ لوگ نہ آئیں تو چکے کا چکما ہو اور سوختی کی سوختی"۔

ایک صاحب بولے "چالیس پچاس! یہ چالیس پچاس کاہے میں خرچ ہوئے"۔

"کچھ تمیز بھی ہے تمھیں چھ روپیہ کا تو فقط گھی آیا ہے اور ایک روپیہ کا دودھ اور دو روپیہ کا قند سفید جی"۔

دوسرے مصاحب نے کہا "کیوں جھوٹ بولتے ہو۔"

مہراج بلی اپنی جیب سے فہرست نکال کر بولے "آپ کو یقین نہیں آتا۔ اسے لیجئے یہ فہرست موجود ہے۔"

نواب نے فہرست دیکھ کر کہا "اور گھی تو تین ہی روپیہ کا لکھا ہے۔ تم تو چھ روپیہ کا بتاتے تھے۔"

مہراج بلی بولے "اب بائیس روپیہ میں اگر تین روپیہ جھوٹ بولے تو کیا گناہ کیا۔"

مصاحب نے کہا "یہ زمانے بھر کا دروغ گو اور جھوٹا ہے۔ یہ جھوٹی فہرست ہے۔"

منشی مہراج بلی صاحب افتاں اور خیزاں اندر تشریف لے گئے اور کل چیزوں کو گرما گرم اور تیار پاکر بہت خوش ہوئے۔ بیوی سے کہا "جنابہ اس وقت جی چاہتا ہے کہ تم کو کچھ انعام دوں روپیہ پیسا تو تم کیا کروگی۔ اس کی تم کو نہ خواہش ہے نہ ضرورت۔ اب رہا زیور وہ تمہارے پاس کثرت سے ہے بلکہ کسی کی قبیلہ اس طرح کا گہنا پہن کے نکلتی ہے بھلا۔ تو تو میری گزندنی ہے جان من۔ گزندنی کی طرح زیور سے لدی ہوئی۔ مگر سچ کہتا ہوں اس وقت اس کھانے میں وہ خوشبو آرہی ہے کہ معلوم ہوتا ہے گڑھل کا پھول ہے واللہ کیا خوشبو ہے۔"

الغرض منشی مہراج بلی اور بارن اور جہری ٹوکریوں میں کھانا رکھ کے لے گئے۔ ٹوکریوں کو دیکھ کر پھبتیاں ہونے لگیں مگر سب بہت بھوکے تھے اور کھانا کھانے لگے۔ یخنی تو سب کو پسند آئی اور سب نے تعریف کی مگر جھولدار

رسا چکھ کر سب دم بخود ہو جاتے تھے کہ یہ ہے کیا بلا مگر منشی مہراج بلی کے بنانے کی غرض سے سب تعریف کرتے تھے اگر ان کو خدا نے ذرا بھی عقل دی ہوئی تو سمجھ جاتے کہ یہ ہجو ملیح ہے مگر عقل سے وہاں کیا سروکار تھا کوسوں دور۔

کھانا وانا کھا کر بیٹھے تو پھر گانا شروع ہوا۔ تھوڑی دیر گانا سن کر نواب محمد عسکری نے منشی مہراج بلی کی بارن کو بلایا اور کہا "دیکھو بارن گھر میں جا کے بھابی صاحب کو ہماری طرف سے بندگی کہو اور کہو ہم آپ کے بڑے شکر گزار ہوئے کہ آپ نے ہمارے لئے ایسا عمدہ کھانا پکوایا۔ آپ کی قوم میں کوئی کھاتا نہیں اسی سے آپ بھی مجبور ہیں مگر جو کچھ آپ کی قوم میں کھاتے ہیں وہ آپ نے ہم کو بکشادہ پیشانی کھلایا۔ خدا کرے آپ کے لڑکا ہو اور منشی مہراج بلی عقل سیکھ جائیں۔"

بارن بھی ہنسی اور حاضرین جلسہ بھی ہنسے۔

منشی مہراج بلی کی بیوی نے جواب بھیجا "تم اور ہنسی بھائی بھائی ہو۔ وہ تمکا کھلائن تم ان کا۔ اس میں کون بات ہے اور اچھی دعا مانگی کہ ان کا کھدا اے اکل دے۔"

مہری نے جو باہر آنکر پیغام کہا تو سب کے سب کھلکھلا کر ہنس پڑے مگر منشی مہراج بلی جھینپنے کے عوض اور مسرور ہوئے کہا "وہ تو آپ کی اس دعا سے خوش ہوگئی ہوں گی پوچھئے کیوں اس وجہ سے کہ وہ خود ہمیں پاگل سمجھتی ہیں بس وہ تو ان کی رائے کے مطابق ہوئی نا بس پھڑک گئیں۔ بوٹی بوٹی پھڑک گئی۔

اس فتوے پر کہ بوٹی بوٹی پھڑک گئی سب ہنس دیے۔
آخرکار نواب نے کہا "یار و اب کیا قبالہ ان کے مکان کا لکھواؤ گے"
منشی صاحب نے اصرار کیا کہ "بیٹھیے ابھی جلدی کیا ہے"
اور تو لوگ راضی ہو گئے مگر نواب صاحب اُٹھ کھڑے ہوئے کہا
"آپ لوگ پاگل ہو گئے ہیں۔ بندہ پاگل نہیں ہے۔ اتنی رات آئی اب ذرا
چل کے لیٹیں پڑیں۔"

---

(۵)

آخرکار نواب محمد عسکری صاحب نے یہ طے کر لیا کہ نینی تال ضرور جائیں گے اور منشی مہراج بلی بھی ہمراہی میں جانے کو تیار ہو گئے۔
منشی مہراج بلی صاحب کی عقل تو گدی میں تھی ہی اور یار لوگ آپ جانئے رنگت باز ایک ہی مرشد کسی نے ان کو یہ پٹی پڑھا دی کہ نینی تال میں اس شدت کی سردی ہوتی ہے کہ چار چار لحاف اوڑھتے ہیں اور کلیجا تک ٹھٹھرا جاتا ہے اتنا سُننا تھا کہ بس دیوانہ را ہوے بس است آپ نے لکھنؤ سے ہی سردی کے کپڑے لاد لیے اور سب ساتھی گرمی کی پوشاک پہنے تھے مگر آپ سر سے پاؤں تک لدے ہوئے گویا کرہ زمہریر میں پہنچنے والے ہیں اور لطف یہ کہ لوگ ان کو ہنستے تھے اور یہ ان سب کو بیوقوف سمجھتے تھے۔

آپ کی پوشاک قابل دید تھی۔ اگلے وقت کی وضع۔ فیتلا رو پہلا ٹاٹ باقی جوتا کوئی تین روپیہ کی اوگی پانچ روپیہ کی تیاری کا۔ گلبدن کا ڈھیلے پائچوں کا پائجامہ۔ زربفت کی چپکن۔ دستہ بیش بہا۔ سر مبارک پر دستار بمقدار علم۔ کمر میں شالی پٹکا اور اس سب اسباب وحشت پر دو شالہ دوسالہ مستزاد۔

گرمی کے دن اور دو گدھوں کا بوجھ لادے ہوئے۔ پسینوں کا پرنالہ چلنے لگا۔ مارے گرمی کے انتہا سے زیادہ بوکھلائے ہوئے۔ ہوش حواس ٹھکانے نہیں۔ پنکھیا ہاتھ میں۔ اس ڈھیلم ڈھال وضع سے جو اسٹیشن پر تشریف لائے تو میلا لگ گیا۔ چوطرفہ سے لوگوں نے گھیر لیا۔ ایک تو یوں ہی گرمی تھی۔ اس پر دو من بوجھ لدا ہوا اور لوگوں نے گھیرنا شروع کیا۔ قریب تھا کہ کپڑے پھاڑ کے بھاگ جائیں اور ستم پر ستم یہ ہوا کہ بھیڑ بھڑکے کے سبب سے پنکھیا بھی نہیں ہل سکتی تھی۔ اول تو وہ پنکھیا عورتوں اور نازک نازک ہاتھوں کے قابل تھی۔ پنکھیا کیا چونچلہ کہیئے۔ مگر جو کچھ ہوا آتی تھی اس کا بھی سب لوگوں نے سدباب کر دیا۔

کبھی بوکھلائے ہوئے ویٹنگ روم کی طرف دوڑ گئے۔ وہاں ذرا سستا کے اسٹیشن ماسٹر کے کمرے کی جانب رخ کیا۔ وہاں بھی لوگوں نے پیچھا کیا تو باہر چلے گئے۔ وہاں بدمعاشوں نے تالیاں بجائیں تو پھر اسٹیشن میں دھنس پڑے اور ابھی ریل کے چھوٹنے میں پورے گھنٹے بھر کی کسر باقی تھی مگر اسٹیشن پر موجود۔ اس وحشت کے صدقے۔

جب کوئی دس بارہ منٹ باقی رہے تو نواب صاحب مع مصاحبین خاص رونق بخش ہوئے۔ مہراج بلی کو پہلے کسی نے نہیں پہچانا۔ نواب صاحب وغیرہ کی جانب ان کی پشت تھی۔

ایک مصاحب نے متحیر ہو کر کہا "ایں۔ یہ کون جانگلو ہے بھئی۔ اس گرمی میں آپ دوشالہ اوڑھ کر آئے ہیں اور زربفت کی چپکن۔ یہ تو وہی مثل ہوئی کہ دارم چرا نہ پوشم۔ اوچھے کے یہاں تیتر باہر رکھوں کہ بھیتر۔"

دوسرے مصاحب نے کہا "پیر مرشد ہم کو تو یہ کوئی بہروپیہ معلوم ہوتا ہے۔ بھلا اس موسم میں دوشالہ لادے کون نکلے گا۔"

اتنے میں منشی مہراج بلی کی مقطع صورت نظر آئی۔

نواب صاحب بولے "ارے یہ تو ہمارا ہی جانگلو نکلا بھئی۔"

ایک مصاحب نے کہا "ماشاءاللہ واہی ہوا ہے۔"

نواب صاحب نے کہا "ابے یہ تجھ کو ہوا کیا ہے آج۔ اس وقت مارے گرمی کے برا حال ہے۔ یوں ہی پسینہ الغاروں چھوٹ رہا ہے جی چاہتا ہے کہ کپڑے اتار کے پھینک دوں اور تم غضب خدا کا زربفت کی چپکن اور گلبدن کا پائجامہ اور دوشالہ لادے آئے ہو۔ آخر یہ تم کو سوجھی کیا۔"

مہراج بلی نے مصرع پڑھا "اک ذرا ہوش سنبھالو ابھی دنیا دیکھو"

اور پھر بولے "چلے ہیں نینی تال کے سفر کو اور شربتی کا انگرکھا ڈانٹ کے گھنگھرو نہ بجاؤ مارے سردی کے تو سہی۔"

"ارے ظالم ابھی سے نینی تال آگیا کجا نینی تال کجا لکھنؤ۔"

نواب صاحب کا مصاحب مسخرہ بولا "حضور اب ان سے کہئے کہ لندن کا بھی قصد کریں اور یہیں سے گرم کپڑے پہن لیں۔ الو مر گئے پٹھے چھوڑ گئے"۔

"بس" مہراج بلی بولے "اب ہم کو غصہ آیا ہی چاہتا ہے"۔

نواب نے کہا "یہ سامان وحشت تو اتارو"۔

"بھئی نینی تال تو سرد مقام ہے"۔

"تو نامعقول جب نینی تال آئے بھی۔ یا پیش از مرگ واویلا"۔

"ہم سے تو لوگوں نے یہی کہا کہ وہاں سردی ہوتی ہے لوگ ٹھٹھر ٹھٹھر جاتے ہیں"۔

"لاحول ولاقوۃ۔ لوگوں نے آپ سے کہا تھا کہ وہاں سردی ہوتی ہے اور آپ نے یہیں سے گرم کپڑے پہن لئے لوگوں کے کہنے سے آپ لکھنؤ کو نینی تال سمجھ بیٹھے۔ واللہ مجھے اس گرمی میں یہ کپڑے دیکھنے سے الجھن ہوتی ہے"۔

"اب تو پہنے سو پہنے۔ میرا پائے استقلال متزلزل نہ ہو گا۔ اس میں چاہے جو ہو رہا ہم کو خدا پر چھوڑ دو۔ بہر خدا جو ہو سو ہو ع

ہرچہ بادا باد ما کشتی در آب انداختیم"

"تو ایسی تباہی آپ پر کیا آئی ہے کوئی مارے ڈالتا ہے گلا ریتتا ہے"۔

"گرمی کے کپڑے میرے پاس جب ہوں بھی"۔

"نازو ہی تم کو ٹھیک بنائے گی۔ ع جوتا لیکر نازو بول بیاہ ارے کچھ کھیل

جوتا لے کر نازو بول بیاہ ارے کچھ کھیل نہیں"۔

اتنے میں نواب نامدار اور منشی مہراج بلی فرسٹ کلاس میں جا کر متمکن

ہوئے اور دو فنسیں درجۂ مذکور کے پاس لگائی گئیں اور بی قمران جان اور نازو چھم چھم کرتی ہوئی اُترتی ہیں۔

نازو مہاراج بلی کو دیکھ کر بولی "اس جھول جھال کو تو اُتار موا دوانا۔"

نواب صاحب نے کہا "کپڑے اُتروا لو"

نازو خود ہی اس لباس سے جلی ہوئی تھی آؤ دیکھا نہ تاؤ شملہ اُتار کر پھینکا تو وہ گرا چپکن پر ہاتھ بڑھایا تو مہاراج بلی نے غل مچایا "ہائیں ہائیں یہ میری بڑی قیمتی لباس ہے۔ کاہے واسطے تم لوگ چھیڑنے مانگتا۔ یو بلڈی فول"

مگر جب دیکھا کہ نازو بہت ہی جھلائی ہوئی ہے تو کپڑے فوراً اُتارنے لگے۔ گلبدن کا پائجامہ بھی پھینکا اور چپکن بھی اُتاری اور کمر بند بھی الگ رکھا۔ وہی موچی کے موچی بن گئے اور نازو نے گھٹی کھوپڑی پر دو ایک جما بھی دیں۔

نواب نے کہا "اب ٹھیک ہوئے۔ خوب شد سزا تمھاری"

"بھائی صاحب آپ نے سنا ہی ہوگا ؎

دلبراں گر دلبری زین سان کنند زاہداں را رخنہ در ایماں کنند

ہمارا دلبر دلربا دلدار دلنواز یعنی نازو کہ نازو جان من ست و دین و ایمان من ست و دل من بر دبتے یم برے۔ طرفہ بیدادگری۔ خدا کی قسم نازو جان ایسا خوش کر دوں گا کہ تمام عمر یاد کرو گی کہ ہاں کسی شریف اور رئیس سے ملاقات ہوئی تھی جواہرات میں تولوں تو سہی۔ مجھے کیا کوئی

ایسا ویسا سمجھی ہو ہم دل کے بہت چالاک ہیں اور ابھی ہماری فیاضی دیکھنا تم
ع۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے۔"

"در موئے جھوٹے۔ وعدہ کیا تھا کہ ادھر تم ریل پر بیٹھیں اور ادھر
مالا مال کر دوں گا۔ پہلے نوٹ دینے کا اقرار کیا تھا۔ کچھ وہ دیئے اور کچھ آج
مالا مال کر دیا۔ تیرے قول فعل کا اعتبار کیا۔ گھڑی میں بھوت گھڑی میں اولیاء"
اتنے میں ریل چلی تو نازو بولی "یا اللہ جس طرح ہنسی خوشی جاتے ہیں
اسی طرح ہنسی خوشی واپس آئیں۔ نواب صاحب کی بدولت پہاڑ کی سیر بھی
کر لیں گے۔"

اس فقرے سے منشی مہراج بلی چین بجبیں ہوئے اور بگڑ کر کہا "ہاں
قمرن کے آنے کا باعث تو نواب صاحب ہی ہوئے مگر تم ہماری بدولت آگئی ہو"
نازو نے مسکرا کر بات ٹال دی۔

اب سنئے کہ ریل کئی اسٹیشن تک نکل گئی تو مہراج بلی ذرا ذرا
اونگھنے لگے۔ نواب کے اشارے سے نازو نے ایک دھول لگائی تو چونک
پڑے فرمایا "شکر نوم بر من غالب بودندے کہ گفتہ اند" مثل سچ ہے کہ
جھونکے نیند کے سولی پہ آتے ہیں۔

تھوڑی دیر کے بعد ایک اسٹیشن پر ٹھہری پوچھا "یہ کون اسٹیشن
ہے" معلوم ہوا کہ شاہپور ہے۔ پوچھا یہاں کتنے منٹ تک ٹھہرتی ہے۔
کسی دل لگی باز نے کہہ دیا کہ یہاں آدھ گھنٹے تک ٹھہرتی ہے۔ بہت ہی
محظوظ ہوئے۔ پیاس بہت لگی ہوئی تھی۔ غل مچانا شروع کیا "او نیچی والا

درجہ کھول دے۔ ارے پھر لوگ اُترنے مانگتا ہے۔"

نواب صاحب نے للکارا "ابے کچھ واہی ہوا ہے۔ فرسٹ کلاس میں کبھی بابا راج بیٹھے تھے۔ یہ بھی تیسرا درجہ مقرر کیا ہے۔ کھلا ہوا تو ہے۔ اُترتے کیوں نہیں۔"

بہت جھینپے سخت شرمائے اب دروازہ کھولتے ہیں تو کھلتا نہیں۔ نواب صاحب نے پھر جھپایا "واہ رے گنوار۔ وہاں نہیں یوں کھول۔"

اترے تو وہی خیال جما ہوا کہ ریل آدھ گھنٹے تک یہاں ٹھہرتی ہے۔ بڑی بے فکری کے ساتھ ٹہلنے لگے اور دور نکل گئے۔ کہیں اسٹیشن کے پھول دیکھ رہے ہیں کہیں بیل کی تعریف کر رہے ہیں۔ کہیں زنانے درجے کے قریب کھڑے ہو کر گھورنے لگے۔ اتنے میں ایک گھنٹی بجی یہاں خبر ہی نہیں دوسری گھنٹی ہوئی آپ ابھی سیر گشت ہی کر رہے ہیں اور نازو اور نواب صاحب ٹکٹکی لگائے دیکھ رہے ہیں اور باتیں کر رہے ہیں کہ منشی مہراج بلی اسٹیشن پر رہ گئے۔

بوکھلا کے دوڑے تو زنانے درجے کی طرف جھک پڑے اور اسٹیشن ماسٹر نے ڈانٹ بتائی "زنانہ درجہ ہے تم اس پر سوار نہیں ہونے سکتا۔" اس کے بعد ایک اور درجہ کھولنے کو تھے کہ کانسٹبل نے غل مچایا۔ "ہاں ہاں گاڑی کھل گئی الگ رہو۔"

اتنے میں گاڑی چلی۔ نواب صاحب نے ان کا ٹکٹ اور دو روپے پلیٹ فارم پر جلدی سے پھینک دئے اور باآواز بلند کہا "ہم بریلی میں تمہارے

واسطے ٹھہرے رہیں گے۔"

مہاراج بلی چلائے "ارے ذرا ریل روک لو ہم نے فرسٹ کلاس کا کرایہ دیا ہے۔ ریل روکو۔ او گارڈ۔ ہم رپورٹ کرے گا۔ کاہے واسطے ریل تم نہیں روکنے مانگتا۔"

اب سنئیے کہ گارڈ اب تک نہیں سوار ہوا تھا۔ جب گارڈ بھی سوار ہو گیا اور ریل چلی تو اس نے ان پر ترس کھا کر گاڑی رکوالی اور ان کو جلدی سے اپنے ساتھ برگ میں بٹھالیا اور گاڑی چلی۔ نواب اور ناز و سمجھے کہ منشی مہاراج بلی چھوٹ گئے۔"

گارڈ نے ان سے پوچھا "آپ کون ہیں اور کہاں جانے کا قصد ہے۔"

فرمایا "ہم منشی مہاراج بلی صاحب رئیس ہیں اور علاقہ دار بھی ہیں۔ اکبر بادشاہ کے وقت میں ہم کو جاگیر ملی تھی اور ہم میونسپل کے ممبر اور کمشنر بھی ہیں اور ہم فارسی کے محقق ہیں اور آب و ہوا کے تبدیل اور صاحب لوگوں کی ملاقات کو ہم اب نینی تال جاتے ہیں۔"

اس نے دیکھا کہ آدمی پاگل ہے کہا "ہماری خوش نصیبی کہ آپ سے ملاقات ہو گئی لیکن ہم نے اس وقت انعام کا کام کیا ہے۔ جو ہم گاڑی نہ روک لیتے تو آپ بڑی دقت میں پڑتے۔ ایک رئیس کے واسطے ہم نے پارسال اسی طرح گاڑی روکی تھی تو اس نے ہم کو ایک سو روپیہ دیا تھا اور آپ تو تعلقدار بھی ہیں اور میونسپل کمشنر بھی ہیں آپ سے تو اور زیادہ کی امید ہے۔"

یہ فقرہ سن کر منشی مہاراج بلی کے آئے ہوئے حواس غائب ہو گئے قریب تھا کہ

غش آجائے دن کا وقت ہوتا تو شاید گاڑی سے کود پڑتے۔ گارڈ نے اچھا چونگا کیا اور ایک سرے سے سو روپیہ کی فرمائش کی۔ انھوں نے کچھ جواب نہ دیا مگر مارے غصے کے تھر تھرانے لگے۔ اگر ذرا بھی کرارے ہوتے تو گارڈ کو برگی سے خود پھینک دیتے۔ گارڈ نے ان کا سکوت دیکھ کر کہا "آپ نے کچھ جواب نہ دیا راجہ صاحب ہم نے آپ کے واسطے اسی سبب سے گاڑی روک لی کہ آپ امیر ہیں خوش ہو کر انعام دیجئے گا۔ آپ کچھ بولتے ہی نہیں۔"

مہراج بلی نے غور کر کے جواب دیا "صاحب یہ آپ کو کہاں سے معلوم ہوا کہ ہم امیر آدمی ہیں۔ اول تو ہم امیر ہیں ہی نہیں اور ہوتے بھی تو رات کے وقت آپ کو یہ کیونکر معلوم ہوتا کہ ہم امیر ہیں کیونکہ ہم نے اپنا زربفت کا تھان جس کا ہم نے چپکن بنایا ہے اور گلبدن کا پائجامہ اور اپنی پگڑی جو بڑا مول کا ہے اُتار رکھا تھا۔ پھر آپ ہم کو امیر کیونکر سمجھے۔"

گارڈ نے کہا "جب آپ اتنے امیر ہیں کہ بڑے بڑے دام کا پگڑی اور چپکن پہنتا ہے تو کیا ہم کو سو روپیہ بھی نہیں دے سکتا۔ اچھا آپ ہمیں اسّی روپیہ دے۔ ہم بیس اور گھٹا دے گا۔ آپ ہم کو ساٹھ ہی دیں۔"

بس منشی مہراج بلی ایک مشہور فقرہ باز آدمی اور پرلے سرے کے بخیل۔ یہ بھلا کب دوال تھے۔ گارڈ اپنے حساب بہت گھٹ گیا تھا ساٹھ پر راضی ہو گئے اور یہ معلوم ہی نہیں کہ سات روپیہ بھی ان سے وصول ہونا محال ہے۔

مہراج بلی نے گارڈ سے پوچھا "آپ لکھنؤ میں کہاں رہتے ہیں۔"

"نیل صاحب کے پھاٹک کے پاس۔"

"وہاں صفائی اچھا رہتا ہے۔"

"آپ تو بات کو ٹالتے ہیں۔ ہم نے بڑا کام کیا کہ آپ کو تکلیف سے بچا دیا اور آپ انعام نہیں دے سکتے ہیں۔"

آپ بار بار تقاضا کیوں کرتے ہیں ہم اپنی زبان سے تو کچھ بھی نہیں کہتے۔ مگر جس کا جو حق ہوتا ہے وہ اس کو پہنچ جاتا ہے۔ حق بحقدار میرسد۔ آپ کو بھی خوش کر دیا جائے گا۔ ہم فرسٹ کلاس میں ہیں۔ اپنے درجہ میں نہیں جائیں گے تو بنے گی کیونکر۔ یہاں تو ہمارے پاس کچھ ہے نہیں۔"

"ہاں ہم سمجھتا ہے۔"

"اچھے کو اچھے ہی ملتے ہیں کہ گفتہ اند

اگر برکۂ پر کنند از گلاب   سگے دروے افتد شود منجلاب

اب کتنی دور ہے اسٹیشن"

"بس اب آگیا حضور۔ ہم فوراً آپ کو بٹھادیں گے اور آپ مزے سے جائیے گا۔ ہوا کھاتا ہوا۔"

اتنے میں اسٹیشن آیا اور منشی مہراج بلی صاحب بڑی بدحواسی کے ساتھ اتر پڑے اور ناک کی سیدھ پر دوڑے۔ گارڈ لالٹین لئے ہوئے دم کے پیچھے۔ ایک دفعہ تھرڈ کلاس گاڑی میں دھنسنے کو تھے۔ وہاں سے نکلے تو ڈاک کے لال لال خانے میں گردن ڈالی۔ یہاں سے بھی بوکھلائے ہوئے بھاگے تو گارڈ نے ان کو فرسٹ کلاس کا درجہ بتا دیا جس میں نواب صاحب

بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کو دیکھ کر نواب محمد عسکری کو حیرت ہوئی۔ بولے "مہراج بلی ارے میاں تم یہاں کہاں سے پیدا ہو گئے۔ آؤ آؤ۔"

"اجی یہاں صد ہا گھر یاد ہیں قبلہ۔"

گارڈ یہ کہکر رخصت ہوا "ہم آپ سے بریلی میں ملے گا۔ سلام صاحب۔" مہراج بلی نواب سے بولے "سچ کہتا کیا کارنمایاں کیا ہے۔ ذرا ونٹر تو مل دو۔"

"آخر تم تھے کہاں ہم تو سمجھے کہ رہ گئے۔"

"رہ گئے ہی تھے سمجھے کیا معنی۔ مگر واہ رے میں نے ایک دفعہ ہی ڈانٹ بتائی ہم کمشنر ہیں۔ ہمارے واسطے گاڑی روک لو۔ فوراً کانسٹبل دوڑ پڑے اسٹیشن ماسٹر گھبرا گیا۔ گارڈ نے لالٹین دکھائی۔ ڈریور نے فوراً ریل روک لی۔"

نواب بولے "سب جھوٹ۔ آپ ایسے ہی بڑے سرہنگ ہیں۔"

نازو نے کہا "اے موا ڈینگیا ہے۔ گپ اڑاتا ہے مونڈی کاٹا۔ بچوں کی طرح رویا ہوگا لوگوں کو ترس آیا چڑھا لیا۔ اب یہاں شیخی بگھارتا ہے۔"

منشی مہراج بلی پریشان تو تھے ہی فرسٹ کلاس میں آرام پایا تو سو گئے اور ادھر نازو اور قمرن اور نواب صاحب کی بھی آنکھ لگ گئی تو بریلی میں بیدار ہوئے۔ منہ ہاتھ دھو کر اٹھے۔ فنسیں تو ساتھ ساتھ تھیں فوراً ان کے درجے کے پاس لگائی گئیں پردہ ہوا۔ نازو اور قمرن نازو ادا سے سوار ہوگئیں۔ منشی مہراج بلی اور مصاحب اور ہمراہی اترے۔ نواب صاحب نے دس کا

نوٹ گارڈ کو دلوا دیا اور نینی تال کی گاڑی پر سوار ہونے کی تیاری کرنے لگے۔

(۶)

بریلی سے گجردم ریل پر سوار ہوئے اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے آئے تو جی خوش ہو گیا۔ کچھ ہی دیر کے بعد منشی مہاراج بلی کی آنکھ لگ گئی۔ دو ایک اسٹیشنوں کے بعد نازو نے کہا "مبارک دیکھئے پہاڑ دور سے نظر آتے ہیں۔"

کل رفقا اور ہمراہی بڑے شوق سے دیکھنے لگے۔ چونکہ پہاڑ دور تھے لہذا بعض بعض کو بخوبی نہیں دکھائی دیئے جن کو دکھائی بھی دیئے ان کو دھندلے نظر آئے سیاہ سیاہ سا دھواں اور غبار سا نظر آیا۔ دس ایک میل اور ریل گئی اور پہاڑ ذرا ذرا صاف دکھائی دینے لگے۔

تھوڑی دیر کے بعد منشی مہاراج بلی نے غل مچا کر پوچھا "کیا پہاڑ دکھائی دیتے ہیں" دیکھا تو یہ سب بڑے شوق سے دیکھتے تھے۔

نواب نے کہا "شکر ہے کہ پہاڑ آنکھوں سے دیکھے۔"

نازو نے کہا "کتنے اونچے ہیں قمرن اور کہاں تک دور چلے گئے ہیں کچھ ٹھکانا ہے۔"

قمرن نے پوچھا "اونچے نیچے چلے گئے ہیں۔ ان پر چڑھتے کیونکر ہیں۔"

نازو نے کہا "کہیں سیڑھیاں ضرور بنی ہوں گی۔"

مہاراج بلی بولے "سیڑھیاں کیسی۔ سڑکیں بنی ہیں چکر کھا کر لوگ جاتے ہیں۔"

بارے خدا خدا کر کے کاٹھ گودام کا اسٹیشن قریب آیا۔ تھوڑی ہی دیر میں ریل دو پہاڑوں کے درمیان کھڑی ہو گئی۔ سب لوگ اتر کر ڈانڈیوں پر سوار ہوئے۔ مہراج بلی صاحب بھی ڈانڈی ہی پر سوار ہوئے تھے۔ نواب صاحب نے اپنا ایک سمند گھوڑا ان کو دیا پہلے تو بڑی دیر تک انھوں نے قطعی انکار کیا کہ ہم نہ سوار ہوں گے۔ آخر جی کڑا کر کے سوار ہونے چلے۔ ایک رکاب پر کانپتے ہوئے پاؤں رکھا تو دوسری ٹانگ گھوڑے کے پٹھوں پر۔ گھوڑا سمجھا کہ کوئی بلا آ گئی۔ فوراً بھاگا۔ اب منشی مہراج بلی صاحب ٹنگے ہوئے چلے جاتے ہیں لوگ دوڑ پڑے گھوڑے کو روک لیا یہ گڑ بڑا کر اترے تو بہت ہی خفا ہوئے۔ آخرش یہ بھی ڈانڈی پر سوار ہوئے۔

اب سنئے کہ پہاڑ جوں جوں زیادہ بلند ہوتے جاتے تھے منشی مہراج بلی صاحب کا خوف بھی زیادہ ہوتا جاتا تھا۔ آخر کار جب پہاڑ اور بھی زیادہ بلند ملا تو پھر انھوں نے آنکھیں بند کر لیں اور ایک سرے سے سب کو کوسنا شروع کیا۔

نازو جھلا گئی اور بولی "نواب اس موذی کاٹے گنوار کو پہاڑ سے گرا دو۔ ایسے منحوس آدمی کا ساتھ رکھنا کیا۔"

نازو کا اس قدر کہنا تھا کہ منشی مہراج بلی صاحب خوشامد کرنے لگے۔ "جناب من اگر خطا ہوئی ہو تو امیدوار معافی۔ یا سزا دے دو اور اس سے بڑھ کر سزا اور کیا ہوگی کہ مجھے یہاں سے رخصت کر دو میں سیدھا گھر جاؤں۔"

نواب صاحب بولے "ایسی تیسی آپ کی بس بندھے چلے چلئے۔"

جب داخل منزل مقصود ہوئے تو دیکھا کہ ہوٹل میں پنکھے لٹکے ہوئے ہیں اور خس کی ٹٹیاں برآمدے میں رکھی ہوئی ہیں۔ نواب صاحب نے منشی مہاراج بلی سے کہا "کیوں بچہ اب اپنی حماقت کے معترف ہو یا نہیں۔ تم لکھنؤ ہی سے سردی کے کپڑے اور گدھے کی جھول لادے آئے تھے:

بھائی صاحب اب واللہ جو کسی کی بات بھی مانوں اور دیکھ لینا نینی تال میں اس قدر سردی نہ ہوگی۔ لوگوں نے خواہ مخواہ کی گپ اڑا دی تھی کہ نینی تال سرد مقام ہے اور لوگ لحاف اوڑھتے ہیں۔ یہ سب ڈھکوسلا ہے۔ غضب خدا کا اس قدر اونچے پہاڑ پر تو آگئے اب سردی کیا خاک دھول ہوگی۔"

یہ کہکر منشی مہاراج بلی ایک کمرے میں گئے اور دروازے بھیڑ کر کپڑے اتارے اور لنگی پہن کر بیٹھے اور پنکھا ہونے لگا۔

مہاراج بلی بولے "خدا کی مار۔ اب تو ہم نے ٹھان لی کہ کبھی بھولے سے بھی پہاڑ پر نہ آئیں گے۔"

نازو نے کہا "اے تو موئی کا ہے گدھے تجھ سے یہ کس نے کہا تھا کہ دو سوتی لادکے آ۔ آخر اتنے اور ساتھ تھے کسو نے بھی گرم گرم کپڑے پہنے تھے کہ تو ہی پہن کے آیا اور وہاں جو ہم سب نے منع کیا تو کسی کا کہنا نہ مانا۔"

چار کمرے نواب صاحب نے وہاں لئے۔ ایک کمرہ حاجی نواب نامدار اور ان کی معشوقہ لالہ رخسار کے لئے اور ایک منشی مہاراج بلی اور بی نازو جان کے لئے اور دو کمروں میں مجرد لوگ تھے۔ کھانے کا اہتمام ہوٹل میں کیا گیا۔

دو گھڑی دن رہے سب پیادہ پا سیر کے لئے نکلے قریب سادی پوشاک

زیب تن کئے ہوئے تھی اور نازو نے اس وقت صندلی رنگ کی ساری مہراج بلی کی فرمائش سے پہنی تھی۔

جب تک ہموار زمین ملی تب تک تو یہ سب مزے مزے سے چلا کئے جب ذرا چڑھائی آئی تو چار پانچ قدم چلنا بھی دوبھر ہو گیا۔

ٹہلتے ٹہلتے شام ہو گئی۔ ہوٹل کی عمارت دور سے کسی قدر نظر آتی تھی مگر منشی مہراج بلی کے ہوش اڑے ہوئے تھے کہ ایسا نہ ہو بھیڑیے سے مڈبھیڑ ہو جائے۔ بھیڑیے سے ان کی سعہ فنا ہوتی تھی شیر سے یہ اتنا نہیں ڈرتے تھے جتنا بھیڑیے سے ڈرتے تھے۔ بدحواس ہو کر کہا "اب قدم بڑھائے چلو۔ جنگل کا واسطہ ہے گھر نہیں ہے۔"

نواب نے کہا "تم ایسے ڈرے جاتے ہو جیسے شیر کا جنگل ہے۔ لاحول ولاقوۃ۔"

"اے موا بزدلہ بوڑا ہے" نازو بولی۔

"جی ہاں" مہراج بلی نے فرمایا "موا بزدلہ ہے۔ موت کے منہ میں موا نہیں گھس جاتا۔"

"تو آتے میں ایک تمھیں کو جان بھاری ہے بس۔"

"کچھ بسنت کی بھی خبر ہے جانی۔ یہاں جانور لگتے ہیں۔ ابھی کوئی نکل آئے تو قدر عافیت معلوم ہو وے۔ یہ ساری بہادری نکل جائے۔"

نازو "اوئی کیا جانور بھی ہیں یہاں" کہکر کانپنے لگی۔

"یہ مہراج بلیا" نواب بولے "خود بھی ڈرتا ہے اور اوروں کو بھی ڈراتا ہے طفلوں کہ"

"تم تو ہو اُجڈ اور جان کو ہتھیلی پر لئے ہوئے ہو۔ بندہ گھر بار سے خالی تو نہیں ہے۔ صرف گا جانتے ہو کہ یہ دشت پُرخار ہے۔ جانوروں کے رہنے کا مسکن اگر ابھی کوئی جنگلی کتّا آجائے تو غضب ہی ہو جائے۔"

نواب کے مصاحبین میں سے ایک نے کہا "اچھا یہ سارا خوف بھیڑیے کا ہے۔"

مہاراج جی بہت جھلّا کر بولے۔ "اوں کیا بکتے ہو جی اس کا نام رات کو نہیں لیتے۔ ایک اس کا نام اور ایک ماموں کا نام جس کو رسّی کہتے ہیں۔"

ناز و بولی "کیا سڑی ہے موا۔"

مصاحب بولے "تو بھیڑیے اور سانپ کا نام نہیں لینا چاہیے۔"

مہاراج جی اپنا سر پیٹ کر بولے "ارے نامعقول ان کا نام رات کو لینے سے یہ دونوں آجاتے ہیں۔ کن کمبخت اُجڈوں کے ساتھ میں آیا ہوں ہاری مانتے ہیں نہ جیتی۔"

باتیں کرتے ہوئے ہوٹل کے قریب پہنچے ہی تھے کہ اتفاق سے بھیڑیا واقعی اس طرف سے گزرا۔ بھیڑیے کی صورت دیکھتے ہی مہاراج جی تو دھم سے گر پڑے اور اس قدر شور مچایا کہ کوس بھر تک پہاڑ پر آواز گئی ہو گی۔ جب بھیڑیا نظر سے غائب ہو گیا تو منشی مہاراج جی کو بہزار خرابی اُٹھایا۔ وہ سخت خفیف ہوئے۔ بہت ہی جھینپے بڑے نادم ہوئے اور ان سب کی یہ کیفیت کہ مارے ہنسی کے بُرا حال تھا۔ مہاراج دل میں کٹے گئے اور ناز و نے اور بھی بنانا شروع کیا "واہ رے مردوے چوڑیاں پہن لے جا کے۔ ڈاڑھی مونچھ کی تو

شرم رکھ کیسا اوندھا گرا منہ کے بھل۔ چل ہٹ ایسا بھی بزدل بن گیا ہے آخر کسی اور کو بھی جانے ہے یا تجھی کو جانے ہے اکیلے کو۔ ذری تو دل میں شرما۔"

آخر سب ہوٹل پہنچے۔ کھانا کھا کر اپنے اپنے درجوں میں سب سو رہے۔ مگر شب کو منشی مہراج بلی صاحب سنکے تک نہیں۔ نازو نے چھیڑا بھی مگر یہ نہ بولے نہ بولے۔

صبح کو آٹھ بجے تک یکے بعد دیگرے یہ سب بستر استراحت سے بیدار ہوئے۔ نازو نے تخلیے میں نواب صاحب سے کہا "شب کو مہراج بلی بہت سہمے ہوئے تھے۔ رات بھر مجھ سے نہیں بولے۔ چپ چاپ پڑے رہے میں نے کئی بار شانہ ہلایا۔ جگایا مگر نہ بولے۔ بڑے غصے میں تھے رات کو بھیڑے سے بہت ڈر گئے۔"

خیر جب سب منہ ہاتھ دھو کر چلنے کو تیار ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ منشی مہراج بلی صاحب بوریا بدھنا لادے دو تین قلیوں کو ساتھ لئے ہوئے سر اٹھائے ناک کی سیدھ پر کاٹھ گودام کی طرف چلے جاتے ہیں۔

"ہائیں۔ ہائیں کہاں کہاں ارے میاں یہ کیا وحشت ہے۔ اجی منشی جی صاحب ذرا یہاں تو آیئے۔ ارے میاں سنو تو۔ او قلی روک۔ سنے پوچھا" یہ غل مچا کر نواب صاحب اور ان کے مصاحبین دوڑ پڑے۔

"اگر زیادہ چھیڑو گے تو پہاڑ سے کود پڑوں گا" مہراج بلی بولے۔

نواب نے کہا "معاف کرو یار۔"

مصاحبین نے کہا "قسم لو بھائی جو اب کوئی تم سے ہنسے بھی۔"

"کیا پاجیوں نے ہم کو اُلّو سمجھ لیا ہے۔ اب یہ تم سے ہزار کو اُلّو کا باپ بنا کر چھوڑ دیں۔"

ایک مصاحب نے کہا "ہم سب اسی قابل ہیں۔ مگر از خردان خطا و از بزرگان عطا۔ مطلب میرا یہ تھا کہ ہم تو ہم سن ہیں پس جہاں دو چار ہم عمر اور کم عمر بیٹھتے ہیں وہاں دل لگی مذاق ہوتا ہی ہے۔ اس میں بُرا ماننا فضول ہے مگر ہاں ہم سے حماقت ہوئی۔ اب معاف کرو۔"

"سر پھوڑ ڈالتا میں ایک آدھ کا۔ یہ بھی خبر ہے کہ میں پھکیت ہوں اور بانک بھی جانتا ہوں اگر جی چاہے تو لڑ لیجئے۔"

"نہیں صاحب ہم تو دست بستہ عرض کرتے ہیں لڑنے تھوڑی آئے ہیں۔"

"بس اب ہم واپس چلتے ہیں۔ ہم یہاں اس لئے نہیں آئے ہیں کہ اپنی جان دیں ع تو مرد در دہان اژدہا۔ تو مت جا بیچ منہ اژدہا کے اژدہا جمع ہے اژدر کی۔"

اگر اور کوئی وقت ہوتا تو نواب صاحب اور ان کے مصاحبین بے اختیار ہنس پڑتے کہ آپ باتیں کرتے ہیں یا مکتب خانہ میں مولوی صاحب کو آموختہ سناتے ہیں مگر اس وقت تو تالیف قلوب سے کام لینا تھا ایک نے دوسرے کی طرف دیکھا اور زیر لب تبسم کر کے رہ گئے۔

پورے ایک گھنٹے کی قیل و قال کے بعد منشی مہر آج بلی کو یہ لوگ راہ راست پر لائے۔ فرمایا "اول تو اب کی ہم کو سیاف جوانمردی میں بات کرتے ہی ہی جاتا رسید کریں گے۔ بس بندے نے ٹھان لی ہے کہ اب زبان

سے کام نہ چلے گا لہٰذا آپ ذرا سمجھ بوجھ کے چلئے گا ع

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

کس واسطے کام کرے عاقل کہ پھر آوے پچھتاوا۔ دوسرے ہم اس شرط پر چلتے ہیں کہ ہماری ڈاڑھی تب تک سب کے آگے آگے چلے جب تک پہاڑ ملے اور ہموار زمین میں ہم سے آپ سے دونوں ہوں کچھ مضائقہ نہیں اور بھیڑئیے کا نام رات کو کوئی نہ لے۔"

نواب صاحب نے کہا "اگر اور کوئی شرط باقی ہو تو وہ بھی کہہ دیجئے ایک ایک حرف کی تعمیل ہوگی۔

"بس اب اور کچھ ہم کو نہیں چاہئے۔"

اتنے میں سب ہوٹل آ گئے تو نازو کو دیکھا کہ کمرے میں دروازے کے پاس منہ چھپائے اداس کھڑی ہے۔ آپ بہت خوش ہو گئے اور نازو کے پاس گئے کہا "جانی نازو جان کیا تم روٹھ گئیں خفا ہو گئیں تم تو جانتی ہی ہو کہ ہم کتنے حلیم الطبع آدمی ہیں مگر جو کوئی ہماری آنکھوں میں خواہ نخواہ کھٹکا کرے تو پھر ہم سے نہیں رہا جاتا۔"

نازو منہ بنائے ہوئے چپ چاپ کھڑی رہی ان کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا بھی نہیں۔ اب انھوں نے اور بھی قسمیں دینا شروع کیں مگر وہ روٹھی ہی رہی۔ آخر کار جب انھوں نے نازو کے قدموں پر ٹوپی رکھی تو نازو نے جھلا کر کہا "بس بس ہم سے نہ بولو۔ پہاڑ پر ہم کو اسی لئے لائے تھے کہ چھوڑ کے چل دو۔ واہ ایسی طوطا چشمی۔ ہم کو یہاں کس پر چھوڑے جاتے تھے۔

تمھارے بھروسہ پر تو ہم نے گھر بار چھوڑا۔ اگر خفا ہو گئے تھے تو ہمارا ہاتھ پکڑا ہوتا کہ چل ہمارے ساتھ۔ ہمارا جی خوش ہو جاتا نہ کہ اپنے آپ تو بھاگے اور ہم کو یہاں چھوڑ دیا جیسے کوئی بے وارثی کو چھوڑ دیتا ہے۔"

نازو نے باآواز بلند یہ شکایت کی تاکہ سب سُن لیں۔

منشی مہراج بلی نے اس کے جواب میں یہ فصیح اور بلیغ اسپیچ دی۔

"سنو نازو جان۔ اب تم ہماری اور ہم تمھارے ے

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی

تاکس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

ہم کو تمھارا ویسا ہی عشق ہے جیسا باپ بیٹی میں ہوتا ہے اس سے بڑھ کر عشق کوئی اور ہو تو بتا دو۔ تم میری راحت جان ناتوان قوت بازوے برادران ہو۔ نور چشم ہو۔ فرو کنندۂ خشم ہو۔ تمھیں ہماری کل کائنات ہو۔ معشوق ہو بدر ہو بلال ہو رفیع الدرجات ہو۔ ہم تو ایک جان دو قالب ہیں اب ہمارا مردہ دیکھے جو منہ نہ دھو ڈالے اب ہم نہ بھاگیں گے مگر تم ہماری ہی سی کہتی جانا۔"

نازو کو سمجھا بجھا کر باہر آئے اور سب تیار ہو کر چلے۔ مہراج بلی کی ڈانڈی سب کے آگے آگے تھی۔

---

(۷)

تیسرے روز نواب صاحب کے ایک مصاحب مرزا نامی نے منشی مہراج بلی سے کہا" حضرت آج پندرہ بیس روپیہ کا خون ہو گا بیس

یہ چہرہ شاہی نکال رکھیئے۔"

"کیوں یہ بیس چہرہ شاہی کا خون ہونا کیا معنے؟"

"حضور یہاں کی پاترین انعام مانگنے آئی ہوں گی۔ بیس پچیس سے کم ہرگز ہرگز نہ لیں گی۔"

منشی مہاراج بلی صاحب مسکرائے اور بولے "ہم سے واسطہ ہم سے سروکار۔ ہم تو اپنے نواب صاحب کے ساتھ آئے ہیں۔ انھیں سے لیں۔ ہم تو سستے چھوٹ گئے۔"

جی کہیں سستے چھوٹے نہ ہوں آپ یہاں کی پاترین ہندوؤں سے انعام لیتی ہیں۔ اگر مسلمان کے یہاں جائیں تو برادری سے خارج کردی جائیں۔ آپ ہندو ہیں آپ کے پاس انعام لینے آئیں گی۔"

یہ سن کر منشی صاحب چکرائے۔ آدمی کنجوس اور بخیل تو تھے ہی خون خشک ہوگیا اور بیس روپیہ کا انعام سن کر اور بھی چراغ پا ہوئے۔ سوچے کہ یہاں سے بھاگ چلیں دو ایک روز سرا میں رہیں۔ بلا سے روپیہ سوا روپیہ خرچ ہو جائے گا کچھ پرواہ نہیں مگر بیس روپیہ کی دھپ تو نہ لگے گی اس سے تو بچیں گے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے اپنے باری بودھی کو ساتھ لیا اور چپکے سے چل دیئے صرف کپڑوں کا بیگ اور دو لوٹے ساتھ لے۔ سرائے میں جاکر دریافت کیا کہ کرایہ کیا ہے۔

بھٹیاری نے کہا "آٹھ آنے روز۔ یہ سرکاری سرا ہے۔"

"آٹھ آنے روز کیا اندھیر ہے کچھ۔"

"اے حضور یہ سرکاری سرا ہے۔"

"ہم ایک کمرے کے دو آنے روز دیں گے۔"

"تو کیا ہم اپنی گرہ سے چھ آنے دیں گے۔ حضور سرکاری نرخ سے یہاں لیا جاتا ہے۔"

"قہر درویش بر جان درویش۔ اچھا ایک پلنگ بھی لاؤ۔"

"حضور میں دری اور چادر بچھا دوں گی سفید سفید تکیے رکھ دوں گی آرام سے سوئیے تکلیف نہ ہونے پائے گی۔"

اب سنیئے کہ منشی مہرآج بلی صاحب نے تو ادھر بستر جمایا اور ادھر نواب صاحب کے یہاں ان کی تلاش ہونے لگی۔ کہیں پتا نہیں۔ آدمی بھی ندارد۔ ادھر ادھر آدمی بھیجے گئے کہیں پتا نہیں۔

اتنے میں نواب صاحب کا خدمتگار آیا۔ اس نے ہنستے ہوئے نواب صاحب سے کہا کہ "سرکار میں بتا دوں میں تلی تال گیا تھا وہاں ان کا باری ملا۔ ہاتھ میں پوریوں کا دونا لئے تھا۔ میں نے کہا یہاں کہاں اور یہ پوریاں کیسی ہیں۔ مجھے دیکھتے ہی ہکا بکا ہو گیا۔ بڑی دیر تک آئیں بائیں شائیں بکا کیا آخر کو میں نے قبولوا ہی چھوڑا۔ کہنے لگا کہ مرزا جی نے جو ان سے کہا کہ باتریں آن کے گھیریں گی تو چکرائے اور کنجوس تو بڑے سرے کے ہیں سو جھی کہ ٹل جاؤ سرا میں جا کے ٹکے ہیں۔

دو مصاحبوں نے قہقہہ لگایا اور کہا "حضور حکم دیں تو ہم ایک دل لگی دکھائیں۔"

یہ کہکر دونوں چلے۔ دوپہر کے قریب منشی مہراج بلی صاحب پوریاں کھاکے ناریل پی رہے تھے کہ سرا میں چھما چھم کی آواز آنے لگی سنتے ہی مہراج بلی کے کان کھڑے ہوئے کہ اتنے میں ان کے باری نے کہا "سرکار وہ سب کے سب آگئیں پاترین چھم چھم کرتی ہوئی"۔

منشی مہراج بلی صاحب کی کوٹھری میں پاترین دوڑتی ہوئی آئیں تو دیکھتی کیا ہیں کہ خالی چارپائی بچھی ہوئی ہے اور نریل گرا پڑا ہوا ہے اور بچھونے پر ایک جوتی اور کچھ پیسے پڑے ہیں۔ باری سے پوچھا "تمھارے مالک کہاں ہیں"۔

اس نے کہا "ابھی تک تو بیٹھے تھے اب کیا معلوم کہاں چل دئے"۔

پاتروں نے ان کا بیگ لیا اور جوتی اور پیسے لئے اور نفرد ہوئیں۔ باری چلایا "ہائیں ہائیں یہ کیا لوٹ ہے۔ بیگ کہاں لے چلیں ہیں"۔

ایک پاتر بولی "بیگ نہ ملے گا۔ جب تمھارے مالک انعام دیں گے تو بیگ بھی مل جائے گا"۔

"تو ہم اپنے مالک سے کیا کہیں گے"۔

"یہی کہدینا کہ نینی تال کی پاترین آن کے لوٹ لے گئیں۔ انعام بھیجو تو بیگ مل جائے۔ بیس پچیس روپئے میں بلا ٹلتی ہے"۔

باری بکا کیا اور پاتروں نے بیگ لیا اور لمبی ہوئیں۔ منشی مہراج بلی صاحب ایک گوشۂ عافیت میں چھپے ہوئے سیر دیکھ رہے تھے۔ سیر تو ضرور تھی مگر ان کی جان پر بنی تھی کہ کپڑے کے کپڑے گئے اور اُلّو کے اُلّو بنے

اور اب بے بیس پچیس روپے خرچ کئے ہوئے مفر نہیں۔ جب یاترین چلی گئیں تو آپ برآمد ہوئے اور باری کو آتے ہی ایک پیڑ دیا۔ باری جھلا اور چڑچڑا تو تھا ہی بگڑ کھڑا ہوا اور بولا "دھوبی سے جیت نہ پائے گدھے کے کان امیٹھے۔ بھاگ کا ہے گیورا ہے۔ نکل کے چھین کا ہے نہ لینھو۔ وہ چالیس پچاس ہم اکیلے۔"

جھلا کر پھر دوڑے باری بھاگا اور قہقہہ کی آواز بلند ہوئی۔ پیچھے پھر کے دیکھتے ہیں تو مصاحبین اور بھی زیادہ جھلائے بہت ہی خفا ہوئے اور بولے "کاہے واسطے تم ہمارے کو اس پردیس میں ذلیل دینے مانگتا ہے۔ لو بلڈی فول۔ ہم اس وقت ان سب کو چالان کر دے گا۔ ایک دم سے چالان بول دے گا۔

ایک مصاحب نے کہا "کیا ہوا سرکار۔ کیا ہوا آخر۔"

مہراج بلی بولے "تمھارا سب کا سر ہوا۔ یہ سب تمھارا ہی فساد ہے۔ "تم لوگ اور ہم کو پریشان کرتے ہو جی۔ ہم جا کے نواب صاحب سے شکایت کریں گے" اور وہ چلنے لگے۔

بھٹیاری نے گلے کا دامن پکڑ کر کہا "پہلے کرایہ کے آٹھ آنے دہنے ہاتھ سے رکھے جاؤ۔"

مہراج بلی نے باری کو حکم دیا "بستر پر سے چونی اور چار آنے پیسے لا کے اس کو دے دو۔"

اس نے کہا "وہ سب اٹھا لے گئیں۔"

الغرض نواب صاحب کے مصاحبین نے منشی کی طرف سے بھٹیاری کو ایک اٹھنی دی اور ان کو نواب صاحب کے یہاں لے گئے۔ آپ تشریف لائے تو ناک بھوں چڑھا کر ٹہلنے لگے۔ مارے ہنسی کے لوگوں کا بُرا حال تھا مگر سب نے ضبط کیا اور نازو کو بھڑوا دیا۔

نازو نے کہا "یہ تو آج سویرے سے کہاں غائب غلّہ تھا۔"

"مہراج بلی قہر کی نظر ڈال کر خاموش رہے۔"

"ارے۔ اب بولتا ہے کہ سور کا سا منہ بنائے ہے۔"

"بس خاموش رہو۔"

نازو نے ٹیپ لگا کر کہا "مونڈی کاٹا۔"

مہراج بلی بہت بگڑ کر بولے "میں اس وقت اپنے آپے میں نہیں ہوں۔"

"ہاں۔ لا تو جھاڑو۔ ایک دو جھاڑویں ماروں گی ہاں۔ بڑا وہ بنا ہے" اور کان پکڑ کر بولی "تو تھا کہاں مونڈی کاٹے کس کی تلاش میں گیا تھا۔"

"تلاش میں کس کمبخت کی گیا تھا۔"

"اپنی کسی اگلی پچھلی کی فکر میں گیا ہوگا۔"

"میں اسی سے تو آتا نہیں تھا۔"

"تیری خوشامد کس نے کی تھی۔"

اچھا تو اب آج سے ہم سے اور تم سب سے ملاقات ترک بس۔ بیچ بی ہزار نعمت پائی۔ اب کیسے آئے گھر سے آئے۔"

نازو نے چپت جما کر کہا "چل ہٹ اور۔ مثلیں بہت یاد ہیں"۔
یہ گفتگو ہوتی ہی تھی کہ چھما چھم کی آواز آئی اور اندر کا اکھاڑہ سامنے کھڑا ہو گیا۔ ایک پاتر بولی "ہمارا انعام لاؤ"۔
مہراج بلی بولے "ہمارا بیگ تو لاؤ"۔
ایک اور پاتر نے کہا "وہ تو ہم کو پڑا طلا"
"پڑا پایا کیا معنے اور جو ہم کہیں کہ ہم نے تم سب کو پڑا پایا"۔
"ہم سب کو روٹی کپڑا دے سکو گے"!
"چکی پسوائیں گے اور خدمت لیں گے"۔
"تو کیا گھر میں بھی چکی پسواتے ہو کیا"۔
"ہمارا بیگ دے دو ہاں"۔
منشی مہراج بلی کی تو جان پر بنی تھی مگر نواب نامدار ٹکٹکی باندھ کر ان بتان عربدہ جو زلیخائے جمال کے حُسن کا جوبن لوٹتے تھے۔ خصوصاً آٹھ نو تو واقعی اس درجہ حسین و مہ جبین تھیں کہ پرستان کی پریوں کی کیا حقیقت ہے۔ نواب صاحب ان میں سے کئی پاتروں پر لٹو ہو گئے۔ ان چاروں کو انھوں نے پھر بلایا اور سب کو پانچ روپیہ دے کر رخصت کیا۔
منشی مہراج بلی ایک پاتر پر عاشق ہو گئے تھے مگر کھل کر عشق نہیں ظاہر کر سکتے تھے میاؤں کا ڈر تھا نازو پر نہ ظاہر ہونے پائے۔ شام کو ایک ٹیگی نے ان کو اس پاتر کے مکان پر پہنچا دیا۔ پہنچتے ہی اس سے بولے "آپ کا نام کیا ہے بی چمپا صاحبہ"۔

وہ مسکرائی اور کہنے لگی "ہم تو سمجھے تھے پہاڑی ہی میں سیدھے سادھے لوگ ہوتے ہیں مگر اب معلوم ہوا کہ دیس میں بھی بیوقوف ہوتے ہیں"۔

"یہ آپ نے اپنا نام بتایا بڑا لمبا چوڑا نام ہے"۔

"اچھا۔ آپ وہی ہیں بھگوڑے"۔

"کیا مجال جان جاتی رہے مگر عشق کے میدان سے قدم باہر نہ نکلے"۔

"یہ کیا کہا میدان سے نکلے میں نہیں سمجھی"۔

"جی سمجھنا دل لگی نہیں ہے۔ ہم عربی فارسی اردو ترکی انگریزی بولتے ہیں"۔

"پہاڑی بولی بھی سیکھ لو"۔

"بندہ پارسی زبان را دانستہ از یمی گوید ہر نفسے کہ فرو میرود ممد حیات است و مفرح ذات ے

زباں در دہان خردمند چیست	کلید در گنج صاحب ہنر

یہ تو فارسی زبان بولے ہم۔ اب عربی سنو ما عبدناک حق عبادتک ما عرفناک حق معرفتک۔ بدان اسعدک اللہ تعالیٰ فی الدارین یہ عربی ہوئی اب انگریزی سنو۔ ان او نواہی اُو سوئی او نو گٹر پوٹ۔ پٹ گٹ گٹ پٹ۔ پارلیمنٹ۔ دی کیرٹ بٹ۔ دی ریٹ۔ سیٹ۔ پیسٹ۔ یہ انگریزی ہوئی"۔

چمپا کے یہاں اب اس وقت دو تین پہاڑی اور دیسی بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کی اس وحشت پر اس قدر ہنسے اس قدر ہنسے کہ پیٹ میں بل پڑ پڑ گئے۔ سب سمجھ گئے کہ عقل سے خارج ہیں۔

چمپا نے پوچھا "آپ نے اپنا کیا نام بتایا سرکار۔"
"ہم کمشنر ہیں میونسپل کے۔"
"کبھی پہلے بھی پہاڑ دیکھا تھا۔"
"اس ملک کے بیچ ہیں کبھی پہلے نہیں آئے تھے۔"
"آپ کو پہاڑ پسند آیا۔"
"ہم کو تو پہاڑ بھر میں تم پسند آئی ہو۔"
"ہمارے نصیب کہ آپ ایسے رئیس اور ہم کو چاہیں۔"
"رئیس اور پڑھے لکھے عالم اور شاعر ہے

خدا سر دے تو سودا دے تری زلف پریشاں کا
جو آنکھیں دے تو نظارہ ہوا ہے سنبلستاں کا

چہ خوش گفتہ است کہ ع دل من داند و من دانم و داند دل من"

غرض اسی طرح باتیں کرنے کے بعد مہراج بلی رخصت ہوئے۔ وہ نواب صاحب کے پاس ہوٹل میں آئے۔ یہاں مصاحبین نے پہلے ہی معلوم کر لیا تھا کہ منشی صاحب چمپا کے یہاں گئے تھے۔ ان کے پہنچتے ہی مرزا نے پوچھا "کیوں حضور مہراج صاحب یہاں کوئی رقاصہ چمپا بھی ہے۔ چمپا نام کی بھی ہے کوئی کچھ آپ کو معلوم ہے۔"

مہراج بلی بہت خفا ہو کر بولے "آپ کا سر ہے چمپا اور آپ سب چغلخوروں سے خدا سمجھے۔ کاہے واسطے جھک مارتا ہے یو سور۔"

ان کی آواز سن کر نازو سامنے آئی اور بولی "کیا یہ جھگڑا ہے۔ یہ

بوڑھا کس پر بگڑ رہا ہے۔

مہراج بلی نازو سے کہنے لگے "آپ ان بد معاشوں کی باتوں میں نہ پڑیں جنابہ"

نواب صاحب بولے "بی نازو صاحب اب آپ ہمارا ان کا فیصلہ کیجئے ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ یہ کہاں غائب ہو گئے تھے اور کسی چمپئی رنگ والی کے ہاں اب تک کھل کھل کے باتیں کر رہے تھے۔ چمپئی رنگ کے لفظ پر یہ خواہ مخواہ بگڑتے ہیں"

نازو بولی "اخاہ۔ میں بھی کہوں یا اللہ یہ ماجرا کیا ہے۔ کیوں رے تو کہاں تھا اب تک۔ وہ چمپئی رنگ والی کون موئی ہے۔ ذری کسی خدمتگار کو حکم دو نواب کہ کسی ٹینگی کو بلا لائے میں ابھی ابھی اس کا فیصلہ کرتی ہوں۔ اپنا اس کا خون ایک کروں گی۔ یہ سمجھا کیا ہے"

اتنے میں مہراج بلی کے اس نوکر کو بلایا گیا جو ان کے ساتھ چمپا کے ہاں گیا تھا۔ اس سے نازو نے پوچھا "یہ آج کہاں گئے تھے جو سچ سچ نہ بتائے گا تو کھوپڑی پر ایک بال نہ رہے گا"

"اے حجور ہمکا مار کے ادھیڑ ڈلہیں"

اتنا کہنا تھا کہ سامعین نے قہقہہ لگایا۔ کوئی ایسی بات ہوئی ہے کہ کہار کو صاف صاف بتانے میں پٹنے کا ڈر ہے۔ نازو نے مہراج بلی پر قہر کی نگاہ ڈالی مہراج بلی غصے میں آ کر بولے "ابے ہم کہاں گئے تھے بے۔ ابے سور کے بچے بتاتا کیوں نہیں"

نازو نے کہار سے کہا " ماریں گے نہیں ہمارا ذمہ ہے۔ بتا دے کہاں گئے تھے۔"

" اب لے " کہار بولا " اس سسری کا نام کا جانوں۔ گل ہے جوان۔"

" ہاں جوان ہے " نازو نے کہا " اور ان سے باتیں کیا ہوئی تھیں۔"

" وہاں ہو تر کی پارسی چھلنٹے لاگے۔"

منشی مہراج بلی سے اب نہ رہا گیا۔ آگ ہو گئے اور کہار کی طرف لپکے۔ وہ بھاگا۔ یہ اس کے پیچھے گالیاں دیتے جاتے ہیں جب پیٹے تو نازو نے ان کے کان لئے۔ دو ہاتھوں سے دونوں کان لئے کمرے میں لائی اور بٹھا کر کہا " کیوں رے یہ کیا بات ہے۔ ہمارے سر کی قسم کھاتا تھا کہ کسی کو آنکھ اٹھا کے بھی نہ دیکھوں گا۔ کیوں بولتا نہیں۔"

نواب محمد عسکری صاحب نے کہا " بھئی اب ہم ان دونوں کے درمیان میں پڑیں گے تاکہ فیصلہ ہو جائے۔ سنو صاحب آج سے منشی مہراج بلی قید کئے جائیں۔ بس جہاں کہیں جائیں ہمارے ہمرکاب۔ یہ کسی حالت میں اکیلے نہ جانے پائیں۔"

منشی مہراج بلی صاحب نے نواب کی رائے سے اتفاق کر لیا۔

---

(۸)

ایک روز نواب نامدار معشوقہ گلعذار عروس غنچہ دہان نازو جان سے خلوت میں خواستگار بوس و کنار تھے کہ دفعتہً خدمتگار سلیقہ شعار نے

پردۂ زرنگار کے باہر سے با ادب آواز دی " حضور محمد جعفر لکھنؤ سے آئے ہیں اور آپ کے ساڑھو کا خط لائے ہیں "

حیرت ہوئی کہ محمد جعفر کیوں آئے ہیں اور یہ خط کیسا لائے ہیں۔ باہر نکل آئے۔ محمد جعفر نے جھک کر سلام کیا اور خط اپنے بیگ سے نکال کر نواب صاحب کو دیا۔ انھوں نے نواب رونق جنگ بہادر کا خط سربمہر کھولا اور سب کو پڑھ کر سنایا۔

برادر والا تبار سلامت۔ محمد جعفر کو تمھارے پاس مع اس خط کے روانہ کرتا ہوں۔ یہاں ایک نیا گل کھلا ہے۔ قمرن کے اس قادر کمبخت نے تھانے پر رپورٹ لکھائی ہے کہ نواب محمد عسکری باغدار منشی مہراج بلی اس شخص کی منکوحہ عورت کو لے اڑے پہلے کچھ دن لکھنؤ میں رکھا اور بعد ازاں بخوف تشہیر وہ حضرات پہاڑ پر بھگا لے گئے ہیں اور نینی تال میں مقیم ہیں مجھ سے مہراج بلی کے ہم قوم بجرنگ بلی جو محرر تھانہ ہیں اس وقت آ کے بیان کیا تو میرے ہوش اڑ گئے۔ سنا کہ کوئی رئیس درپئے آزار ہے اور اسی کدوا کو تیار کیا ہے اور روپیہ خرچتا ہے بجرنگ بلی نے یہ بھی کہا ہے کہ اس جرم سنگین میں سات برس کی قید سخت ہے۔ بھائی صاحب یہاں ہم سب کے ہوش اڑے ہوئے ہیں۔ اگر مناسب ہو تو قمرن اور نازو کو کہیں بھیج دو۔ مجھے اس قدر فرصت نہیں ملا کہ دوستوں اور وکیلوں سے مشورہ کرتا۔ مگر بہت جلد مفصل خط لکھوں گا۔ آپ وہاں کیل کانٹے سے لیس ہر دم ہشیار رہئے۔

خاکسار نواب رونق جنگ از لکھنؤ

یہ خط پڑھتے ہی نواب صاحب کے ہاتھ پاؤں پھول گئے خرمستیاں سب بھول گئے۔ مہراج بلی کا جسم تھر تھر کانپنے لگا۔

مہراج بلی گو خود بدحواس تھے کہ نازو کے پھیر میں ہم بھی دھر لئے جائیں گے اور تمام عمر کی کمائی اور باپ دادا کی جمع اس مقدمے میں ہرکاروں اور وکیلوں اور پولیس والوں کی نذر ہو گی مگر نواب صاحب اور کل اہل جلسہ کی بدحواسی اور سراسیمگی دیکھ کر انھوں نے خدمتگار بھیج کر بیرسٹر کو بلوایا۔ ان کو سب سے زیادہ یہ خیال تھا کہ روپیہ خرچ کرنا پڑے گا۔ چمڑی جائے مگر دمڑی نہ جائے۔

تھوڑی دیر میں بیرسٹر صاحب آ گئے۔ نواب نے انتہائی بوکھلاہٹ میں ان کو خط دکھایا۔

بیرسٹر نے کہا "ارے بھئی اول تو قمرن گرفتار نہیں ہو سکتی۔ دوسرے یہ ضمانت کا مقدمہ ہے لاکھوں کی ضمانت تمھاری ہو سکتی ہے بدحواس کیوں ہوئے جاتے ہو۔ میں تو موجود ہوں۔ مجھ سے بڑھ کر تھانہ دار قانون جانتے ہیں۔ ابھی تو بالفعل آج کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ آج اگر وارنٹ لے کر تھانہ دار روانہ بھی ہو گا تو کل پہنچے گا۔ یہاں سے تا بہ لندن لڑوں گا۔ جان حاضر ہے۔"

سب لوگ خوش ہو گئے۔

بیرسٹر نے پھر کہا "بھائی صاحب اب آپ ایک کام کیجئے۔ اپنے دوست کو بلوائیے جن کی یہ کوٹھی ہے۔ ان سے ایک مکان لیجئے اور نازو جان اور قمرن اور مغلانی اور کل خادمہ اور ان کے ساتھ کی لٹ بھر کو وہاں بھیج دیجئے

اور آپ مزے سے دندنائیے۔

مہاراج بلی نے پوچھا "یہ سب تو ہوا اب یہ فرمائیے کہ اس مقدمے میں صرف کے سو ہوں گے۔ بڑا خیال تو یہ ہے"

نازو بولی "اے در موئے مونڈی کاٹے موئے کنجوس۔ چمڑی جائے دمڑی نہ جائے"

"بندہ تو غریب آدمی ہے"

نواب صاحب نے کہا "واللہ بیرسٹر صاحب ایک لاکھ تو اس کے پاس نقدی ہے اور تین چار سو روپئے ماہوار کی آمدنی ہے اور سود الگ اور باغ اور مکانوں اور کوٹھیوں کا کرایہ غلے کی تجارت الگ کرتا ہے۔ تیل الگ۔ بیچتا ہے مگر صبح کو دال ماش اور روٹی اور شام کو پوری ترکاری بس"

غرض ان سیٹھ جی کو بلوایا گیا جن کی کوٹھی میں نواب صاحب ٹکے تھے۔ وہ آئے تو ان سے نواب صاحب نے کہا "ہم قمرن کو بے وارثی چھوکری سمجھے تھے اب سنتے ہیں کہ اس کا میاں موجود ہے اور اس نے تھانے میں جا کر رپٹ لکھوادی اور وہاں سے وارنٹ جاری ہوا ہے۔ انسپکٹر یہاں آکر تلاشی لے گا۔ تو اب التماس یہ ہے کہ کوئی کوٹھی یا مکان ایسا تجویز کر دیجئے جہاں ہم اس عورت کو چھپا دیں"

سیٹھ جی نے کہا "ایک مکان نہیں دس۔ میں ابھی ابھی اس کا بندوبست کئے دیتا ہوں"

غرض یہ طے ہو گیا کہ قمرن دوسرے مکان میں بھیج دی جائے گی۔

سیٹھ جی نے تھانے پر جاکر انسپکٹر کو بھی گانٹھ لیا اور چنانچہ دوسرے روز جب لکھنؤ سے انسپکٹر وارنٹ لے کر پہنچا تو اس نے نواب صاحب کے مکان کی تلاشی لی مگر کچھ نہ پایا۔ وہ لکھنؤ واپس چلا گیا۔

اس کے بعد منشی مہراج بلی قمرن کے یہاں آئے اور اس سے بولے تشویش کی جو بات تھی وہ تو اب منزلوں دور ہو گئی تمھارا بال بیکا نہ ہونے پائے گا۔"

سب لوگ مطمئن ہو کر شراب نوشی میں مشغول رہے۔

دوسرے دن یہ رائے قرار پائی کہ بیرسٹر صاحب نازو اور قمرن کو الموڑے لے جائیں اور وہاں سے مرادآباد ہوتے ہوئے نواب صاحب کے علاقے میں پہنچیں اور وہیں یہ دونوں کچھ دن رہیں۔ اس کے بعد نواب صاحب خود کاٹھ گودام روانہ ہوئے اور ریل پر سوار ہو کر لکھنؤ آ گئے۔

---

(۹)

اب تو قافلہ داخل لکھنؤ ہو گیا۔ سب کے پہلے منشی مہراج بلی صاحب کا حال سنئے۔ آپ گھر پر آئے تو پہلے درباری سے پوچھا "یہاں دولت خانہ احقر پر من کل الوجوہ خیریت ہے۔"

خیریت کے لفظ سے وہ ان کا مطلب سمجھ گیا کہا "ہاں حجور سب کھیریت ہے۔ ایک دن کدوا چوری والا اور للتوا تنبولی یہ دو آدمی آئے

تھے اور آپ کو پوچھتے تھے میں نے بات ٹال دی مگر میری بے وقوفی نے محمد عسکری نواب کا پتا بتادیا۔ سُنتے ہیں وہاں پولیس والے دوڑ لے گئے تھے مگر آپ لوگوں نے ان دونوں کو بھگا دیا۔

منشی مہراج بلی چکرائے کہ وہاں تک کچا چٹھا معلوم ہے کہا تم سے یہ سب کس نے کہا۔

وہ بولا " سرکار اونٹوں کی چوری ہو رہے ہو رہے۔ کلھیا مان گرٹنا نہیں بھوڑا۔ نکھلو بھر جانت ہے ہجور۔"

اور بھی چکرائے اور اندر آئے تو بیوی کو دیکھا کہ بڑے غصے میں بیٹھی ہے اور لڑکی سسرال سے مع اپنے شوہر کے آئی ہوئی ہے۔

لڑکی ان کے آنے سے خوش ہوئی۔ چارپائی پر بیٹھ کر پوچھا " کوئی خط ہمارے نام آیا ہے۔"

لڑکی نے کہا " آج تو نہیں آیا اور روز جو خط آتے تھے نینی تال بھیج دئے جاتے تھے۔"

" اور سب خیریت ہے "

" ہاں "

مہراج بلی نے اس سے کہا " حقہ تو بھر لاؤ "

" بھر جات ہے " اس نے جواب دیا

ان کی بیوی خاموش بیٹھی تھیں ان کی طرف متوجہ ہو کر بولے " یہ سکوت چہ معنے دارد۔"

لڑکی آبدیدہ ہو کر بولی "لالہ اور سب کھیریت ہے۔"

"ہاں ہاں میں ہی جو سامنے بیٹھا ہوں"

مہری حقہ لے کر آئی اور بولی "ہیاں تو لوگ ہجارن باتیں کہہ ڈالین کوئی کچھ کہت ہے کوئی کچھ۔"

"او" مہراج بلی اکڑ کر بولے "وہ لوگ سب جھوٹ بولنے والا ہے سب بات بازار کا ہے۔"

مہری نے کہا "او منہارن کہاں چھوڑ آیو۔"

"ہم سے کیا مطلب۔ وہ نواب صاحب کے ساتھ گئی تھی مگر اس میں کچھ ہونا نہیں ہے۔"

لڑکی نے کہا "تو اب نہائے ڈالو۔"

"ذرا حقہ وقہ پی لیں۔"

اتنے میں مہراج بلی صاحب کے داماد تشریف لائے اور بولے "آداب عرض کرتا ہوں۔"

"جیتے رہو بیٹا۔ مزاج اچھے۔"

"آپ کی عنایت"

"اور سب خیر و عافیت۔"

"جی ہاں مگر۔ یہ آپ نے قبلہ کیا گل کھلایا ہے۔ یہاں سب میں مشہور ہے کہ منہارن کو لے گئے ہیں اور اس کا میاں بگڑا ہوا ہے۔"

منشی مہراج بلی اپنے سعادت مند داماد کی تقریر سن کر بہت چکرائے۔

عورتوں میں ذلیل کیا۔ لگی لپٹی نہیں رکھی۔ سرے سے مزاج پرسی اور صاحب سلامت کر کے ڈانٹنا شروع کیا۔ داماد کی یہ خیرگی اور اجڈپن معافی کے قابل نہ تھا۔ جب یہ خاموش رہے تو داماد نے پھر ڈانٹ بتائی "جناب و قبلہ بڑھ بھس اسی کا نام ہے" واہ قبلہ واہ۔ اچھا نام روشن کیا۔"

مہاراج بلی نے بات ٹالنے کے لئے پوچھا "ہمارا خط ملا تھا؟"

"جی ہاں ملا تھا۔ مگر آپ نے کوئی تاریخ تو مقرر ہی نہیں کی تھی۔ ورنہ بندہ اسٹیشن پر ضرور ہوتا۔"

مہاراج بلی حقہ پیتے رہے۔

داماد نے پھر پوچھا "کیوں قبلہ اب آخر اس چوڑی والی حرامزادی کو اس کے گھر بھیج دیا یا نہیں۔"

"ارے بھئی وہ تو نواب محمد عسکری صاحب ساتھ لے گئے تھے۔"

"وہ نواب محمد عسکری لے گئے۔ یہ اردو ہے؟"

"مطلب یہ کہ نواب صاحب اس کو ساتھ لے گئے تھے۔"

"اب یہ پاجی پنا ہی ہے یا نہیں۔"

"تو وہ جانیں ان کا کام جانے۔"

"بجا آپ کیا ننھے بنے جاتے ہیں"

"اچھا اب اس گفتگوے سے کیا فائدہ۔"

گفتگوے۔ واہ ری تیری گفتگوے۔ تو نواب صاحب کے پاس چھوٹی بہن تھی اور ہمارے خسرالدہ ولد بہادر کے پاس بڑی بہن دونوں زنانہ ساتھ

لے کے گئے تھے۔"

لڑکی نے کہا "ان باتوں سے کیا جانے کیا ہوتا ہے۔"

داماد نے کہا "تو جناب اب تو کوئی جھگڑا نہیں ہے یا اب بھی کوئی لڑکا باقی ہے۔"

نہیں اب کچھ جھگڑا نہیں ہے۔"

"آپ نے دبلے دانتوں کیوں کہا۔"

"ہوگا جی واہیات بات۔"

"منشی مہراج بلی کی بی بی گو میاں سے جلی ہوئی تھی مگر داماد کی یہ ڈھٹائی اور گستاخی ان کو پسند نہیں آئی۔ کریں تو کیا کریں داماد کو ڈانٹ نہیں سکتیں۔ میاں سے بات کرنے کا جی نہیں چاہتا چپ مجبور۔

مہراج بلی بولے "پہاڑ دیکھنے کے قابل چیز ہے۔"

"ہاں ہاں جناب وہاں کا حال تو بیان کیجئے مگر افسوس ہے کہ آپ بندے کو نہ لے چلے اور کیونکر لے چلتے وہ تو بات ہی اور تھی۔ ہاں وہاں کا حال تو بتلایئے۔"

"بیٹا بس اب مجھے دیکھ لو کہ کتنا موٹا تازہ ہو کے آیا ہوں۔ گرمی کا تو وہاں نام ہی نہیں ہے۔ گرمی کی تو فصل ہی نہیں ہوتی اور وہاں کی ایک جھیل اس مزے کی جھیل ہے کہ میں کیا عرض کروں۔ حق یوں ہے کہ ؎

اگر فردوس بر روئے زمین است   ہمین است و ہمین است و ہمین است

جھیل کیا خدا کی قدرت کا نمونہ ہے ؎

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار　　ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

وہاں یہ ممکن نہیں کہ انسان گرمی کے کپڑے پہن کے تھوڑی دیر بھی بیٹھ سکے جوڑی چڑھ جائے۔ کانپنے لگے واللہ۔"

"اور رہتے کہاں ہیں لوگ۔"

"پہاڑ پر مکان اور کوٹھیاں اور بنگلے ہیں۔ قطار در قطار اور کھانا چوگنا کھائے۔ پانی سرد۔ سبک ہاضم۔"

"دنیا کا لطف وہاں ہی حاصل ہوتا ہے۔"

"دنیا کا لطف نہیں زندگی کا لطف کہو۔ خدا کی قسم زندگی کا لطف حاصل ہوتا ہے اور جھیل تو ایسی دیکھی نہ سُنی۔ سرِشام سے پھر بے اوورکوٹ پہنے نہیں رہا جا سکتا ہے۔ وہاں چار گھڑی دن رہے سے پھر کوئی شخص اپنے گھر میں نہیں رہ سکتا۔"

"ہوا کھانے نکل جاتے ہیں۔"

"ہاں بے دو تین کوس جائے وہاں کھانا ہضم نہیں ہو سکتا۔ مشی پر ضرور ہے۔"

"مشی کیا شے ہے۔ آپ تو لغت پر لغت لڑھکانے لگے۔ مشی۔ یعنی نشہ بازی و مے خواری۔"

"نہیں بھائی پیدل چلنا۔"

الغرض مہراج بلی صاحب نے نہا دھو کر کھانا کھایا مگر ان کی بیوی مارے غصے کے نہ اٹھیں اور نہ ان سے بولیں۔ لڑکی اور داماد سے البتہ باتیں ہوئیں۔ کھا پی کر دو تین دوست جو ان کی ملاقات کے لئے آئے تھے اُن سے ملے

اور تھوڑی دیر بعد بجرنگ بلی بھی آئے۔"

مہراج بلی نے کہا "برا فضیحتا اُڑایا اس کدرا نے جی۔"

بجرنگ بلی نے کہا "جی ہاں بس نہ پوچھئے۔ کیسا کچھ فضیحتا۔ نواب صاحب کی بڑی بدنامی ہوئی۔ حکام تک بات پہنچی اور وہ فضیحتا ہوا کہ الامان۔"

"بھلا یہ اصل میں لڑیوا تا کون ہے۔"

"آپ کو یہ نہیں معلوم ہوا۔ وہ کدرا لونڈا ہیچ ذات کیا کھا کے مقابلہ کرے گا مگر اس کے پشت و پناہ نواب بشیر الدولہ ہیں۔"

"واللہ بشیر الدولہ اور عسکری کا دشمن ہو گیا سخت تعجب ہوا بھائی صاحب۔"

"اجی قبلہ وہ ایک ہی کائیاں ہے۔"

"تو ایسا دشمن ہو گیا۔ معاذ اللہ۔"

"بڑے افسوس کا مقام ہے میں نے تو جا کے رونق جنگ کو سب باتیں بتا دی تھیں اور آپ کو بھی لکھا تھا۔"

"بس وہی ہوا۔"

"وہ تو مجھے سب معلوم ہے۔ کوتوال صاحب کہتے تھے کہ وہاں بڑے بڑے قانون داں لوگ بیٹھے تھے اور پہلے ہی سے سکھا دیا تھا۔ میں چپ چاپ سنا کیا مگر آپ کی وجہ سے لوگ مجھ سے بھی کھنچے ہوئے ہیں۔ اب تک نواب صاحب کو خدا نے بچایا ہے اور اب تو یہاں آہی گئے ہیں یہاں دیکھا جائے گا ادھر بھی بڑے بڑے مدبر جمع ہیں۔"

"ہاں وہ کیا کر سکتے ہیں۔"

"اب وہ بھی آگئی ہیں یا نہیں۔"

"ابھی نہیں۔ وہ الموڑے ہوتی ہوئی آئیں گی۔"

"کوئی چوکس آدمی ساتھ ہے۔"

مہراج بلی مسکرا کر بولے "ایسا چوکس آدمی ساتھ ہے کہ اس کا مقابلہ کرنا ذرا دل لگی نہیں ہے۔"

"فوجداری کا قانون جانتا ہے۔"

"واضع قوانین ہے۔ بیرسٹر ہے۔"

"بیرسٹر۔ جی نہیں۔"

"ہم جو کہتے ہیں۔"

"بھلا بیرسٹر ایٹ لا کا ہے کو کسی کے پھٹے میں پاؤں ڈالنے لگا اور پھر ایسے واہیات مقدمے میں۔"

"تم دیکھتے تو جاؤ۔ اگر یہاں وہ پوشیدہ طور پر رہیں گی جب تک ٹل سکے۔"

"وہ اگر مقدمہ ہوا تو کیا ہوگا۔"

"بھلا اگر کدرا کو کچھ روپیہ مل جائے تو خاموش ہو رہے یا نہ خاموش ہو رہے۔"

"روپیہ وہ شے ہے چچا کہ جو چاہے انسان کر گزرے اور پھر چوڑی والے کو روپیہ دے کے اپنی طرف کر لینا کون سی بڑی بات ہے۔"

"تو تم اس کی فکر کر دو۔"

"بہت اچھا۔"

"اس کا جواب ہم کو کب ملے گا۔"

"کل شام تک۔ یہ فکر تو غالباً پٹ نہ پڑے مگر بشیرالدولہ کمبخت کے سامنے ذرا رنگ جمنا مشکل ہے۔ دیکھئے تو سہی میں تو اپنی طرف سے بڑی کوشش کروں گا۔ آئندہ خدا مالک ہے۔ ابھی کسی سے ذکر نہ کیجئے گا۔"

"بڑی خرابی یہ ہوئی کہ کپتان صاحب کو بھی معلوم ہو گیا اور مسٹر فریز رصاحب کو بھی معلوم ہو گیا اور جب دو حکام کو معلوم ہو تو ممکن ہے کہ اوروں کو اطلاع ہو گئی ہو کیونکہ نواب محمد عسکری بڑے مشہور آدمی ہیں اور ان سے کل حکام واقف ہیں۔ اب فرمائیے اس بشیرالدولہ نابکار نے کیا ذلیل کیا اگر عسکری بے بلائے تھوڑا ہی رہے گا۔"

"ابھی موقع نہیں ہے۔ ابھی تو دب کے رہنا چاہئے کہ واللہ اعلم کیا افتاد ہو۔ ابھی سے غرفش کرنا بالکل بیتا ہے۔"

"اب دیکھو تم سے اور ان سب سے ملاقات ہو گی۔ دیکھو کیا صلاح ہوتی ہے۔"

"اور اس کدر امردود کے ساتھ تنبولی کا بھی لونڈا ہے وہ بڑا بدمعاش ہے پہلے اس کو راہ پر لانا ہو گا۔ کدرا تو سیدھا سادھا آدمی ہے مگر وہ بڑے ذات شریف ہیں۔"

"بھلا اب تو نواب صاحب کے ہاں پولیس کے لوگ نہ جائیں گے کہ قمرن آپ کے ہاں موجود ہے۔"

"اگر کوئی مخبر مخبری کرے اور پولیس کو شک ہو یا کدرا مدعی بنے تو پولیس کو اختیار ہے مگر اتنے بڑے رئیس کی نسبت کپتان صاحب یا صاحب سی مجسٹریٹ

کے بغیر اطلاع کوئی کارروائی نہیں کر سکتے۔"

"تو یہاں چنداں خوف نہیں۔"

"یہاں چھوٹتے ہی تو میں اطلاع دوں گا۔ نواب صاحب سے پولیس والوں کو کچھ دلوا دیجئے۔ بس پھر دیکھئے کوئی کارروائی ایسی ہو ہی نہیں سکتی جس کی اطلاع نواب صاحب کو نہ ہو۔ اور کوئی بڑی رقم بالفعل نہ خرچیں۔ ایک پانچ سو کا بالفعل خرچ ہے۔"

"ہم لوگوں کی تو رائے تھی مگر بیرسٹر صاحب نے منع کیا۔"

"پولیس کو رشوت دینا ہمیشہ سوارت جاتا ہے کیونکہ پولیس رئیس کی عزت بچاتا ہے۔"

منشی مہراج بلی صاحب نے بجرنگ بلی کو رخصت کیا اور کہا "ہم اب سوئیں گے مگر تم ذرا اپنی چچی کو جاکے سمجھا دو کہ چچا کا اس میں کوئی قصور نہیں ہے مجرم ہیں تو نواب صاحب اور نہیں ہیں تو وہ پچا کیا کریں اس کو ذرا اچھی طرح سمجھا دینا۔"

بجرنگ بلی ان سے رخصت ہو کر اپنی چچی صاحبہ کے پاس گئے اور ان کو سمجھانا شروع کیا۔ پہلے تو انھوں نے اور باتیں چھیڑیں اس کے بعد اصل مطلب کی طرف رجوع لائے۔ منشی مہراج بلی کی بیوی نے پہلے ان کی ایک نہ سنی اور کہا "تم کو انھوں نے بہکا دیا ہوگا" مگر جب بجرنگ بلی نے قائل کیا تو ذرا ذرا دل کو ڈھارس ہوئی۔

---

(۱۰)

نواب محمد عسکری صاحب کو اطمینان ہو گیا تھا کہ رشوت دے کر معاملہ رفع دفع ہو گیا۔ نازو اور قمرن بھی آ گئی تھیں اور پھر لطف کی زندگی بسر ہونے لگی تھی۔ ایک دن سب باغ میں رنگ رلیاں منا رہے تھے کہ مہراج جی باہر سے ہانپتے ہوئے ایک کاغذ لے کر آئے اور کہا "بھائی صاحب پولیس کے لوگوں نے آخر کار ارکر کپتان صاحب کو رپورٹ بھیج دی سب لوگوں نے ہمہ تن گوش ہو کر ان کی تقریر سنی۔

وہ بولے "بھئی بجرنگ جی نے مجھ سے کہا کہ آج پولیس سے کپتان صاحب کے پاس رپورٹ بھیج دی گئی مگر ویسے ہی ایک جمعدار آ پہنچا اور ہم نے بات ٹال دی اور وہ بجرنگ جی کو اپنے ساتھ کوتوال کے پاس کسی ضرورت کو لے گیا۔ وہاں زیادہ دیر تک بیٹھنا مناسب نہ سمجھا تو وہاں سے سیدھا سپرنٹنڈنٹ پولیس کے دفتر میں گیا۔ وہاں چپکے سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ خبر صحیح تھی تو تو کر کے میں نے نقل اتاری۔"

نواب نے پوچھا "نقل کہاں ہے"۔

"یہ کیا ہے" مہراج جی نے کہا "آپ لوگوں سے ہرگز نہیں پڑھی جائے گی۔ بہت عجلت میں ڈرتے ڈرتے لکھی ہے۔ بندہ خود پڑھ کے سنائے دیتا ہے۔"

جب تک منشی مہراج جی پڑھیں لوگوں کے دل کا عجب حال تھا۔ نازو نے قلب پر ہاتھ رکھ کر کہا "دھک دھک کر رہا ہے"۔

قمرن بولی "ہمارا بھی یہی حال ہے باجی جان۔"

نواب صاحب ہمہ تن گوش حواس باختہ سب خاموش کہ اتنے میں خدمتگار نے آکے بدحواسی کے ساتھ عرض کیا "حضور دو برقنداز درختوں کی چھاؤں میں کھڑے ادھر کی طرف نہار رہے ہیں۔ کچھ دال میں کالا ہے۔"

اتنا سننا تھا کہ سب کانپ اُٹھے۔ کوئی ادھر بھاگا کوئی اُدھر۔ نازو اور قمرن سراسیمگی کے ساتھ ایک کمرے میں دوڑ گئیں مگر پازیبوں کی چھما چھم کی آواز دور تک گئی اور نواب صاحب نے جھلا کر آہستہ سے کہا "ارے نیک بخت یہ چھم چھم تو اُتار رکھو۔"

خدمتگار نے فوراً جاکے بیرسٹر کو جو اس وقت آرام میں تھے بیساختہ جگا دیا۔

بیرسٹر نے پوچھا "کیوں خیر باشد۔"

خدمتگار نے کہا "حضور خیر کجا۔ پولس والوں نے کوٹھی گھیر لی۔"

بیرسٹر کوٹھی سے باہر آئے۔ خدمتگار نے دو آدمیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "سرکار وہ دو آدمی کھڑے ہوئے درختوں کی چھاؤں میں سے ادھر کو نہار نہار دیکھتے تھے۔ وہ دونوں برقنداز ہیں۔"

بیرسٹر نے ان دونوں کو بلا کر پوچھا "تم لوگ کون ہے اور کیا مانگتا ہے۔"

ان میں سے ایک نے کہا "ہجور میں بریا والے صاحب کا سپاہی ہوں اور یہ رام لال بیرال جی کوٹھی کا سپاہی ہے۔"

دیوانہ را ہوئے بس است۔ خدمتگار کی وحشت کو دیکھئے کہ ان دو راہ چلتوں کو کانسٹیبل سمجھا اور نواب صاحب مع رفقا کانپ اُٹھے اور ادھر ادھر

بھاگ کر دبک رہے۔ ماشاء اللہ۔ خیر بیرسٹر نے کوٹھی میں جاکر نواب صاحب اور نازو اور قمرن وغیرہ کی تشفی کی اور سب کے سب ازبس خفیف ہوئے کہ لاحول ولاقوۃ کیا بیوقوف بنے ہیں۔

اب جو دیکھا تو منشی مہراج بلی ندارد۔ ہر طرف ڈھونڈھا گیا آخر کار لوگ اصطبل کے ایک درجے میں جہاں گھوڑا بندھا تھا گئے تو دیکھا کہ منشی مہراج بلی صاحب بہادر گھاس کے گٹھے کے نیچے دبکے بیٹھے ہیں۔ مارے ہنسی کے پیٹ میں بل پڑ پڑ گئے۔ ان کو کھینچ کے نکالا اور اسی دم نواب صاحب نے حکم دیا کہ نازو اور قمرن کو جلدی بلاؤ ذرا قطع شریف تو دیکھ لیں۔

انھوں نے آکر دیکھا تو منھ میں خاک چوطرفہ گھانس۔ گرد میں لت پت اس درگت کے ساتھ آپ وہاں سے نکلے۔ ان کا منھ ہاتھ دُھلایا گیا۔ گرد جھاڑی۔ ٹوپی بدلوائی گئی جب حواس درست ہوئے اور آدمی بنے تو ان سے رپورٹ کا حال دریافت کیا۔ انھوں نے کہا "رپورٹ کی نقل میں لایا تھا مگر اس بدحواسی میں مجھ سے گر گئی۔"

اتنے میں خدمتگار رپورٹ لے کر آیا اور کہا "حضور گھانس کے گٹھے میں سے لایا ہوں۔"

صاف کر کے منشی مہراج بلی صاحب کو دی گئی۔ آپ نے رپورٹ لے کر پڑھنا شروع کی: "نواب محمد عسکری نامی ایک رئیس کی نسبت کدرا منہار نے روزنامچے میں آکے لکھوایا کہ اس کی زوجہ منکوحہ نابالغ کو نواب صاحب باغوائے منشی مہراج بلی لے بھاگے اور اپنے گھر میں رکھا اور پھر پہاڑ پر لے گئے۔ لہٰذا کوہ نینی تال پر تحقیقات کی گئی تو اس قدر ظاہر ہوا کہ زنانی سواری نواب محمد عسکری کے ساتھ گئی تھی مگر وہاں پتا نہ ملا۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہاں چھپا دی گئی تاکہ پولیس کو

دھوکا ہو اور مجرم بچ جائے۔ گواہوں کی گواہی سے بھگا لانا نواب صاحب کا مسماۃ
قمرن زوجہ منکوحہ کدرا کو اور رکھنا اپنے مکان میں ثابت ہوتا ہے مگر عمر میں اختلاف
کہ میاں اور اس کے گواہ کہتے ہیں کہ تیرہ برس کی تھی مگر اس کا کامل ثبوت نہیں دیتے۔
اس زوجہ کدرا کی ماں اور اس کے اہل ہمسایہ کی زبانی معلوم ہوتا ہے کہ عمر
اس کی اٹھارہ برس کی تھی۔ لہٰذا پولیس نے دست اندازی نہیں کی کہ اس کی مجاز
نہیں ہے۔ اگر عمر کم ہوتی تو دفعہ ۳۶۳ تعزیرات ہند کے مطابق دست انداز
ہو سکتی۔ یہ مقدمہ دفعہ ۴۹۷ و دفعہ ۴۹۸ تعزیرات ہند کا ہے اور یہ بھی پولیس
کی دست اندازی کے قابل نہیں لہٰذا مدعی کو ہدایت ہوتی ہے کہ عدالت میں رجوع لائے۔"

بیرسٹر نے کہا "صحیح ہے۔"

نواب نے پوچھا "تو اب اس پر کیا ہوگا؟"

بیرسٹر نے کہا "کچھ نہیں ہونا کیا ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ ہماری رائے پر چلیے
اور کسی کی نہ سنیئے۔"

قمرن نے کہا "بھلا امی جان کو دیکھ سکتے ہیں؟"

"یہ نہ ہوگا کہ امی جان کو دیکھوں گی اور نانی جان سے ملوں گی اور چچی اماں
کو بلاؤں گی۔"

قمرن ہنس کر بولی "اوئی! ایک بات کیا منھ سے نکل گئی کہ بس اس کی گرفت کر لی۔"

نازنہ بولی "اچھا کسو کو نہ بلوائیں گے زبان لے لو قول لے لو۔"

بیرسٹر نے کہا "زبان دو گی۔"

مہاراج بلی گھر گھر کر بولے "دیکھیے قبلہ یہ بات ٹھیک نہیں ہے۔ طویلے ہی میں لیتا

ہم سے بگڑ جائے گی واللہ بگڑ جائے گی۔

"بھائی صاحب" بیرسٹر نے کہا "جوان عورت ہٹے چاہے بوڑھے دوست سے بنے یا بگڑے کچھ بھی پروا نہیں ہے"۔

مہراج بلی نازو سے کہنے لگے "نازو تم چل کے باغ میں ہمارے ساتھ رہو۔ ہم پر تم پر تو کوئی مقدمہ نہیں ہے بس جھگڑا مٹا"۔

"دور ہو موئے۔ چھٹے دور" نازو نے کہا۔

"تم ہم کو ویسا ہی سمجھتی ہو جیسا میاں کندرا کو یہ بی قمرن سمجھتی تھیں"۔ اس پر بڑا قہقہہ پڑا۔

مہراج بلی بولے "تو اس میں کوئی جھوٹ نہیں ہے کہ ہم مقدمے سے بری ہیں اور ہماری نازو جان بھی"۔

"تیری کوئی اور ہوگی" نازو نے کہا "سوریاں کہیں چرا رہی ہوگی۔ جا کے ڈھونڈھ لا۔ ہم تو بالسٹر کے گھر پڑ گئے۔ میم صاحب بنی ہوں"۔

اب محرر نے باہر سے آواز دی اور سب لوگ گول کمرے میں گئے۔ یہاں مرزا قادر بیگ آئے بیٹھے تھے۔

نواب صاحب نے ان سے پوچھا "آپ جانتے ہیں کہ ہم نے کیوں آپکو بلایا ہے؟"

مرزا نے کہا "جی خوب جانتا ہوں"۔

"پھر؟"

"فتح ہے"۔

مہراج بلی بولے "ان کی زبان سے فتح کا لفظ نکلا تو اب فتح ہی ہے"۔

مہراج بلی بولے "تو مردانہ طائفہ بی نازو جان کی پسند کا ہو"
بیرسٹر نے کہا "زنانہ آپ کی پسند کا ہو"
نازو نے کہا "وہ جو لڑکا آجکل نیا نیا نکلا ہے کہروا جو خوب ناچتا ہے
اس کو بلواؤ"
"یار مہراج بلی" نواب بولے "بس ہم سمجھ گئے تمہاری نازو تم سے چھیڑیں
بس اب اس بھانڈ کو آنے دیکھا ہے"
"دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے" نازو نے کہا۔
"خدا ہی خیر کرے بھائی صاحب" مہراج بلی نے کہا "پارہ خواہد شد از یں
دست گریبانی چند۔ بی نازو جان صاحب اب ہم تم کو ڈبیا میں بند کر کے
رکھیں گے۔ آپ ذرا اب بہت چل نکلی ہیں"
"اے ڈبیا میں کیا۔ اگر تو ہمیں سات پردوں میں بھی بند کرے تو ہم
نکل بھاگیں۔ تو مونڈی کاٹا ہے کیا مال بچارا بڑا بند کرنے والا"
"بھئی مہراج بلی" نواب نے کہا "نازو اب تمہارے پاس نہیں رہ سکتی۔
تو وجہ کیا عورت ہے کم عمر۔ کوئی سترہ اٹھارہ برس کی اور شوخی رگ و ریشہ میں
بھری اور اسی عورت کی قطع اور آنکھیں کہے دیتی ہیں کہ کم سن مرد پر جان دیتی ہے"
"مہراج بلی خاموش رہے۔
نواب صاحب نے کھانوں کا ذکر شروع کیا اور ایک مصاحب نے کہا "اور
حضور ایک ہماری بھی فرمائش ہے۔ ہرن کے انڈوں کے کباب بھی ہوں"
اس پر سب نے قہقہہ لگایا مگر مہراج بلی چپ چاپ بیٹھے رہے۔

نواب صاحب نے کہا "منشی مہراج بلی صاحب شاید اس لطیفہ کو نہیں سمجھے۔"

"جی ہاں نہیں سمجھے۔ ہونھ۔ نہ سمجھنے کی ایک ہی کہی"

"اچھا کیا سمجھے؟"

"اس میں بات ہی کیا ہے۔ ہرن کے بھی کہیں انڈے ہوا کرتے ہیں ہرنی کے انڈے کہنا چاہئے تھا۔ مرد کے انڈے کیسے؟"

اس پر پیشتر سے بھی زیادہ قہقہہ پڑا

"بھئی کیا خوب سمجھے واللہ" نواب صاحب بولے

کوئی ڈیڑھ گھنٹے کے بعد نواب محمد عسکری صاحب کا ٹمٹم آیا اور یہاں سب کے سب بشاش ہو گئے کہ سامان عشرت آگیا اور لطف صحبت دو چند ہو جائے گا۔

منشی مہراج بلی بولے "اب یہ باتیں تو ہوا ہی کریں گی بندے چل کے کھانے کے کمرے میں ڈٹتے ہیں۔"

ان کے اُٹھتے ہی اور سب بھی اُٹھ کھڑے ہوئے اور کھانے کے کمرے میں آکے کرسیوں پر بیٹھے۔ میز پر تمبلر اور گلاس چُنے گئے اور بوتلیں کھولی گئیں۔

بیرسٹر صاحب نے گلاس اُٹھا کر کہا "بی قمرن جان کی تندرستی کا جام پیجئے" اور سب نے تھوڑی تھوڑی سی چسکی لگائی۔

نازو اور قمرن شامپین کی تعریف کرنے لگیں اور پھر قمرن بولی "یا جی دنیا ہو اور شامپین ہو اور نواب۔"

مہراج بلی بولے "ہاں قمرن کو تو ایسا ہی کہنا چاہئے مگر نازو جان کے

دل سے کوئی پوچھے کہ وہ کس جوان رعنا کا نام لیں گی۔"

ایک مصاحب نے کہا "پوچھ دیکھو۔"

"پوچھیں کیا۔ ہم خود جانتے ہیں۔"

"تو بھلا پوچھنے میں کیا مضائقہ ہے۔"

مہراج بلی نے کہا "نازو جانی سے بولو اب۔"

نازو بولی "اے تم خود ہی جانتے ہو۔"

"بندگی اب فرمائیے۔"

مصاحب نے کہا "اس کی سند نہیں۔ نام لیجے کہیں۔"

"اچھا نام بھی لے دو جی" مہراج بلی نے کہا۔

"ہم تو اپنے بیرسٹر کا نام لیں گے۔"

بیرسٹر کھنکھار کر بولے "واہ رے میں۔"

"نازو دیکھو" مہراج بلی بولے "سنبھلو۔ مگر خیر اس وقت نشے میں ہو۔ معاف کیا۔ آئندہ ایسا کلمہ منھ سے نہ نکالنا۔"

"دُر مونڈی کاٹے تجھ پر اللہ کی سنوار۔"

منشی مہراج بلی خاموش رہے اور چسکی لگاتے رہے۔ پیتے پیتے اکدم سے بولے "اے اگر مگر دونوں کی ایسی تیسی۔ اگر کی تی ہوتی ہے اور مگر دریا میں ہوتا ہے۔"

اس پر سب ہنس دیے۔"

نازو نے ایک جام بیرسٹر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "اچھا ایک جام ہمارے ہاتھ سے بھی پی لو۔"

"ان ہاتھوں سے" بیرسٹر نے کہا "نصیب کہاں ہو۔"
مہراج جی بولے "ہم کو تو نصیب ہے۔"
"ایسی تیسی آپ کی" بیرسٹر نے کہا۔
نازو بولی "یہ اپنی ٹانگ ضرور لڑاتا ہے۔ ہر بات میں اپنی ٹانگ لڑائیگا مان نہ مان میں تیرا مہمان تو ہوتا کون ہے۔"
"اچھا بلا دو" مہراج جی بولے "یہ بھی کیا یاد کریں گے۔"
نازو بہت کافی پی گئی اور بولی "مجھے دہنے ہاتھ کا کھانا حرام ہے جو لگائے بجھائے نہیں لگاؤ بجھاؤ۔"
نواب بولے "ان کو ذرا ہی میں چڑھ جاتی ہے۔"
مہراج جی بولے "اب ان کو نہ ملے۔"
نازو نے ان کو ایک پیر لگایا اور بولی "سونڈی کاٹے اب نہ ملے گی۔ کیا تیرے باپ کا مال ہے۔"
"پی کے" مہراج جی بولے "ہت یہ جھٹ بھی ہو جاتی ہیں۔"
بیرسٹر بولے "بھائی صاحب لطف تو اس پر سے آیا ہے۔"
"بجا آپ پر پڑے تو لطف کا لطف معلوم ہو۔ پرائی کھوپڑی پر تو سب ہی کو لطف آتا ہے۔ کھوپڑی بھنا گئی۔"
اس کے بعد کھانا ہوا۔ منشی مہراج جی نے لمبے لمبے ہاتھ مارے۔ مگر کھانے کے بعد جب سب لوگ مل کر بیٹھے تو نواب صاحب کے ایک مصاحب سے کہنے لگے "آپ کیا شراب پیتے ہیں؟"

"آپ اپنی تو بتائیے کہ کیا کھایا؟"

"ہم نے تو بازار سے پوری منگوائی۔ ہم تو ہندو ہیں۔ اور کیا کھاتے"

"جھوٹے کی ایسی تیسی۔"

"بیش باد"

ایک اور مصاحب بولے "اور کافر کھاتا ہے اور کھا کے مکر جاتا ہے۔"

"ہزار روپیہ کا لقمہ ہو تو نہ کھاؤں۔"

---

(۱۲)

"آج کیا ماجرا ہے" منشی مہراج بلی نے نواب صاحب کے ہاں پہنچ کر نازو اور اس کی ماں کو فکر مند بیٹھے دیکھ کر کہا۔

نازو کی ماں بولی "تم خوب موقع پر آئے۔"

"آخر ہے کیا معاملہ؟"

"میرا سر ہے اور کیا کہوں بیٹا۔"

"نواب کیا ہوا بھئی کوئی بولتا ہی نہیں۔"

نواب نے کہا "نازو جان سے پوچھو صاحب۔"

"نازو جان۔ کیا یہ معاملہ کیا ہے اور قمرن کہاں ہیں بتا دیجئے۔"

"معاملہ کیا ہے" نازو بولی "کچھ نہیں۔ لڑکی ہاتھ سے جاتی رہی ہے اور کچھ بھی نہیں ہے"

"قمرن! کیا ہوا۔ کیوں ہاتھ سے کیوں جاتی رہی۔"

"پوچھو اسی سے۔"

"پوچھوں کس سے جب وہ کہیں ہو بھی۔"

"اس کمرے میں ہے اور اس کمرے کو بند کر لیا ہے اور کھولتی نہیں۔"

"کیا ہوا کیا؟"

"آج قمرن نے وہ آنکھیں نکالیں کہ میں کیا کہوں مجھ کو بُرا بھلا کہا۔ نواب سے زبانی سخت گفتگو ہو گئی۔ ایک مہری نگوڑی جو نوکر رکھی ہے یہ سب اسی کی حرمزدگی ہے۔ نواب نے کہا امی مہری کو نکال دو۔ بس اس پر آگ ہو گئی۔ کہا مہری کو نکال دو گے تو میں ابھی ابھی سنکھیا کھا لوں گی۔"

"کہا ہوتا کھا لے۔"

"امی جان نے امامن خیر صلاح کو بھیجی تھی اس کو مردار قحبہ بنایا۔ ایک حشر بپا ہوا ہے۔"

"اسی مہری پر جوتے پڑوا دو۔"

"جب وہ دروازہ تو کھولے۔"

منشی مہاراج بلی دروازے کے پاس گئے اور بولے "دروازہ کھول دو قمرن اس سے کیا فائدہ۔"

نازو نے کہا "ہم تو ہار گئے۔"

مہاراج بلی پھر بولے "قمرن جان دانا ہو کر نادان بن جاتی ہو اب کھول دو دروازہ۔"

اندر سے قمرن بولی "کیا ہے کیا۔ یہ دنگا کاہے کا ہے۔"

"دروازہ کھول دو تو نہ کوئی دنگا ہے نہ فساد ہے۔ تو تم اپنے آپ دنگا فساد مچاتی ہو۔ خواہ مخواہ کو۔"

"لے کے سونا حرام کر دیا۔ کیا ہے کیا واہیات۔"

"نواب سو چکیں۔ اب تو دروازہ کھول دو صاحب۔"

"جب تلک تم سب دروازہ گانسے رہو گے تب تلک ہرگز ہرگز تو کھولوں گی نہیں۔ کیا ماجرا کیا ہے۔"

"بڑی حجت مزاج میں ہے جی۔ بھئی واہ۔"

"ضد تو ہے کیواڑے گانس کے سب کھڑے ہو گئے کیا ہم نے خون کیا ہے کسی کا یا کسی کا باپ مارا ہے۔"

نازو نے کہا "گفتگو سن لی۔ کیا تقریر ہے۔"

مہراج بلی نے نازو کو اشارے سے سمجھایا کہ چپ رہو اور بولے "اچھا سب ہٹے جاتے ہیں۔ ہٹ جاؤ جی سب۔"

اندر سے مہری کی آواز آئی "مار کے بی بی کو ہلکان کر ڈالا۔ سونے تلک نہ دیا۔ جو آتا ہے اس گھر میں حکومت ہی کرتا ہوا آتا ہے جیسے سب کی ذیل اور لونڈی ہیں۔"

نازو نے مہراج بلی کے کان میں کہا "یہ مہری کی آواز ہے۔"

"خوب سمجھا۔ لے اب کھول دو۔"

"ہم تو کسو کے کہنے سننے سے نہ کھولیں گے۔"

"اچھا خیر چلو جی نیچے چل کے بیٹھیں۔"

منشی مہراج بلی کے کہنے سے سب نیچے اتر گئے۔

الغرض نواب اور نازو اور اس کی ماں اور مہراج بلی سب کے سب قمرن کی حرکات ناشائستہ سے اس کے دشمن ہو گئے اور ان سب نے ایک روز بیٹھ کر قمرن کی نسبت یوں مشورہ کیا۔

قمرن کی ماں بولی "میں تو اپنے حساب اس کو مردوں میں سمجھ چکی ہوں۔"
"علیٰ ہذالقیاس" نواب نے کہا "میری تو زندگی اس کی سبب سے تلخ ہے۔"
مہراج بلی بولے "کون۔ اگر وہ مرجائے تو میں خوش ہوں۔"
نازو نے کہا "میں خوش میرا خدا خوش۔ کیا ہو گیا کم بخت کو۔ ارے غضب خدا کا اب تک اسی مہری پر فدا ہے جس نے یہ سب فساد مچا دیا تھا۔
"ہاں کی ماما ہم نے جو امامن کو بھیجا کہ جاکے دیکھو تو کہلا بھیجا کہ اس بڑھیا چڑیل سے کہنا کہ ہم کو کبھی اپنی صورت نہ دکھائے اور نازو کو صد ہا سنائیں۔
نواب نے کہا "میرا تو کلیجہ پک گیا ہے۔ بڑی غلطی مجھ سے ہوئی۔"
"یہ مہری کم بخت کہاں سے چھوت لگی آئی" نازو نے کہا۔
"یہی تو اس کی قسمتوں میں لکھا تھا" ماں بولی۔
"آپ بھگتے گی" نازو نے کہا "کسو کا کیا بگاڑے گی۔
نواب نے کہا "سنا کہ بولتی چالتی کسی سے نہیں ہے مگر کوسا کرتی ہے اور اوپر سے نیچے اور نیچے سے اوپر بس یہی شغل رہتا ہے۔"
"قسمت" مہراج بلی نے کہا "کسی کا کیا قصور ہے۔"
نازو نے مہراج بلی سے کہا "تم جاؤ ذری۔"
وہ بولے "اچھا جاؤں گا۔ دیکھوں بکتی کیا ہے۔"
"دوسرے دن مہراج بلی دو گھڑی دن رہے سے نواب محمد عسکری کے ہاں آئے۔ اس وقت مینہ برس چکا تھا۔ نواب صاحب کی زبانی معلوم ہوا کہ ابھی ابھی کھانا اندر گیا تھا۔ یہ بھی پہنچے۔ دیکھا برانڈی کی بوتل کھلی ہوئی ہے

اور ایک گلاس میں اُنڈیلے ہوئے بی قمرن پی رہی ہیں اور سامنے ارہر کی کھچڑی اور دانے دار گھی اور بورانی اور گولے کباب اور شلجم کا اچار رکھا ہے۔ کھاتی جاتی ہیں اور ہچکی لگاتی جاتی ہیں۔

"میں اچھے وقت پر آپہنچا" مہاراج جی بولے۔

قمرن نے ان کو نظرِ حقارت سے دیکھ کر کہا "دور ہو میرے سامنے سے۔"

مہاراج جی غصہ کو ضبط کر کے بولے۔ "تجھے جنون تو نہیں ہو گیا ہے۔ بنہار والی پاجی کی پاجی۔"

"جو ہم کو کہے وہ پاجی۔ اس کا ہفتاد ہشت پاجی۔"

"مہری کی طرح تو بھی پٹے گی۔"

"تم آپ پٹے گا۔"

"قضا کھیلتی ہے سر پر کیا۔"

"تیرے سر پر قضا کھیلتی ہے۔"

"اب سر منڈوایا جائے گا اور جوتیوں کا ہار گلے میں ہوگا۔"

"دیکھنا کب اللہ بدلا لیتا ہے تجھ سے بھی اور اس ستر خصمی سے بھی۔"

"میں جاتا ہوں۔ تیری صورت نہ خدا دکھائے۔"

"یہاں کس کی جوتی کو غرض ہے۔"

"جوتی بیزار کا حال معلوم ہو جائے گا۔"

"ہو چکا اپنی اپنی خبر لو۔"

"ہمارے ہاں تیری ایسی تیسی تین سو ساٹھ صبح و شام آتی ہیں۔ تو ہے کیا مال۔"

پیش خدمت ہے کتب خانہ گروپ کی طرف سے ایک اور کتاب ۔
پیش نظر کتاب فیس بک گروپ کتب خانہ میں بھی اپلوڈ کر دی گئی ہے
https://www.facebook.com/groups/1144796425720955/?ref=share
میر ظہیر عباس روستمانی
0307-2128068
@Stranger

"تم کہاں کے بڑے وہ بنے ہو۔ زمانے بھر کے بداعمال بدچلن آدمی ہیں تم کو مجھتی کیا ہوں"

"بازاری عورت ہے نا"

"بازاری عورت تیرے گھر کی ہوں گی"

"قمرن نکال کے یہ جوتا اتنے لگاؤں گا کہ یاد ہی کرے گی۔ سور کی بچی پوبلاد غول۔ چماری کا بچہ۔ مادہ خر"

"یہ جا کے نواب مونڈی کاٹے کو سناؤ جس کے دوست ہو۔ ہم اس کو اور تم کو دونوں کو کیا مال سمجھتے ہیں۔ تم ہو کیا بیچارے"

"اچھا کل اس کا جواب دوں گا"

"مہراج بلی باہر چلے گئے۔ قمرن نے شراب جام میں انڈیلی اور پینے لگی"

---

(۱۳)

دوسرے دن سویرے قمرن کا پلنگ خالی ملا۔ اندر کی ملازماؤں نے ادھر ادھر دیکھا۔ کہیں پتا نہیں۔ سب ڈھونڈھ کر ہار گئیں تو نواب صاحب کو اطلاع دی گئی۔ نواب صاحب نے آکر ہر جگہ دیکھا اور بہت پریشان ہوئے کہ کیا ماجرا ہے۔

اب اس عرصہ میں منشی مہراج بلی بھی آگئے اور نواب صاحب نے ان کو اندر بلا لیا اور افسوس کے ساتھ کہا "قمرن کا کہیں پتہ نہیں ہے"

مہراج بلی نے مہری سے کہا "مہری یہ سارا تیرا فساد ہے"

"ارے صاحب" وہ بولی "مجھ سے تو اچھی طرح سے بات بھی نہیں کرتی تھیں"

"نواب صاحب نے کہا" کے بجے رات تک تم نے ان کو دیکھا تھا"

"حضور آدھی رات کے بعد تک تھیں" مہری نے کہا۔

"پھر کیا ہوا؟"

"حضور عقل کام نہیں کرتی۔ ہاں حضور کوئی دو بجے دھماکے کی آواز آئی تھی جیسے کنوئیں میں کوئی شے گری۔"

"اور تم نے غل نہ مچایا" مہاراج جی بولے۔

"کچھ شک تو تھا نہیں۔"

"بھلا گھر میں کوئی ایسا مقام تو نہیں ہے کہ جس پر سے بازار کی جانب کود سکے۔" نواب صاحب نے کہا "کہیں کوٹھے پر سے تو نہیں چلی گئی۔"

مہاراج جی اور نواب صاحب کوٹھے پر گئے تو دیکھا کہ بازار کی جانب جو زینہ تھا اس کا بازار کے برج کا دروازہ بند ہے مگر کنڈی لٹک رہی ہے۔ ماتھا ٹھنکا کہ اسی طرف سے بھاگ گئی ہوگی کھولتے ہیں تو باہر سے بند۔ آدمی دوڑائے تو معلوم ہوا کہ باہر سے مقفل ہے سمجھ گئے کہ شب کو اسی زینے کی جانب سے بھاگ گئی اور باہر سے قفل بند کر گئی۔

اِدھر اُدھر لوگ دوڑائے مگر کہیں پتا نہ ملا۔ نازو کو خبر ہوئی تو سر پیٹ لیا ماں نے سُنا تو بہت روئی۔ کئی مہینے اسی امید میں گزر گئے کہ شاید قمرن کا کہیں پتا لگے مگر بے سود۔ نواب صاحب اپنی حماقت کے سبب سے صید غم والم ہوئے کہ قمرن ہاتھ سے گئی اور کبھی نازو کبھی مہاراج جی کبھی اور احباب رازداں سے کہتے تھے "ہم سے بڑی بے وقوفی ہوئی کہ اس مہری کو ہم نے نکال دیا۔ اگر وہ نہ جاتی اور ہم اس پر سختی نہ کرتے تو وہ ہرگز قمرن کو گمراہ نہ کرتی۔"

نازو ان کو کبھی کبھی آکے سمجھاتی اور دل بہلاتی تھی اور اس کے سبب سے نواب صاحب کا غم ذرا غلط بھی ہوتا تھا۔

قمرن کے بھاگنے کے چند ہی مہینے بعد نازو کی بڑھیا بھی ڈھلک گئی اور نازو اب بالکل اکیلی رہ گئی۔ مہراج بلی نے اسے اپنے ہاں رکھ لیا۔ دوسرے تیسرے دونوں نواب صاحب کے ہاں چلے آتے تھے۔

جب ایک سال کے قریب گزر گیا تو قمرن کی محبت بھی کم ہو گئی مگر دل سے نہیں بھولے۔ اکثر کہتے "کچھ پتا نہ معلوم ہوا کہ کہاں بھاگ گئی کس کے ساتھ چلی گئی اور کس کی سانٹھ گانٹھ سے گئی۔ زمین کھا گئی آسمان کھا گیا۔"

اب وہ شراب بھی بہت زیادہ پینے لگے تھے اور بیہوش ہو جاتے تھے۔

ایک روز نازو اپنی مہری سے باتیں کر رہی تھی کہ مہراج بلی آئے اور بولے "نازو جان تم کو نواب صاحب نے ایک جگہ بلوایا ہے" اور پھر آہ سرد بھر کر کہنے لگے "گاڑی بھی بھیجی ہے۔"

"آج اس جلتی بلتی لوں میں کون کام ہے۔ ہم تو جانتے ہیں ذری دیر اور ٹھہر جاؤ ابھی تو بڑی گرم ہوا چلتی ہے۔"

"بڑا ضروری کام ہے۔ گاڑی کے دروازے بند کر لیں گے۔ خس کے پردے پڑے ہیں تر کر لیں گے۔"

"تم اس وقت گھبرائے ہوئے اور پریشان سے کیوں ہو۔"

"پیاس بہت لگی ہے گلا خشک ہے۔"

"اے تو پانی پیو کیا آدمی ہو۔"

مہاراج جی نے برف کا ٹھنڈا ٹھنڈا پانی ایک کٹورا بھر کے پیا اور اصرار کیا کہ نازو جان جلد چلو۔ نازو تیار ہوئیں۔ پردا کرا دیا گیا۔ دونوں گاڑی پر سوار ہوئے اور چلے تو راستے میں نازو کو اس سبب سے پریشانی ہونے لگی کہ مہاراج جی بار بار ٹھنڈی سانسیں بھرتے تھے اور نازو جو باتیں کرتی تھی اس کا جواب اُکھڑا اُکھڑا سا دیتے تھے۔

نازو نے پوچھا "اس وقت ایسا کون سا کام ہے۔"

"ہاں یوں ہی بلوایا ہے۔"

"یوں ہی کی بھی ایک ہی کہی۔ ابھی کوئی ایک بھی نہ بجا ہوگا۔ ٹھیک دوپہر ہے اور گرمی کی دوپہر چیل انڈا چھوڑتی ہے۔ کہنے لگے یوں ہی بلوایا ہے۔"

"نہیں یہ کچھ ایسی!"

"اف اتنی ہی دور میں مارے پسینہ کے بولا گئی۔ اے ذری کھڑکھڑیاں کھولو کہیں سے ہوا تو سنکے۔"

مہاراج جی خاموش بیٹھے کچھ سوچنے لگے۔

"تم اتنے وقت ہو کہاں"

"یہ کیوں۔ ہیں کہاں۔ ہیں ہیں۔

"کچھ کھوئے ہوئے سے ہو۔ معاملہ کیا ہے۔"

"کچھ نہیں۔"

"تم اتنے سست کیوں ہو۔ سچ سچ بتاؤ۔"

اتنے میں گاڑی رکی۔ مہاراج جی نے کھڑکیوں سے دیکھا اور پوچھا "گاڑی کیوں رکی ہے؟"

کوچبین نے کہا "بھیڑیاں سرنگ پر تبڑ گئی تھیں۔"

جب گاڑی چلی تو نازو جان نے باصرار دریافت کیا کہ تم ابھی سے کہاں چلے بیٹھے ہو نازو
مہراج بلی نے جواب دیا "اب تھوڑی دیر میں پہنچ جاتے ہیں۔ گھبرائی کاہے کو ہو۔"
"تمھاری گھبراہٹ دیکھ کر۔"

"نازو جان۔ بڑی بڑی بیماریاں انسان کو ہوتی ہیں مگر لوٹ پوٹ کے آدمی اچھا ہی ہو جاتا ہے اور جس کو بچنا ہوتا ہے وہ کنوئیں میں گرنے سے بھی بچ جاتا ہے۔"

"یہ سب تم کیا کہہ رہے ہو۔"

"دنیا کی بات ہے۔"

"صاف صاف کیوں نہیں بتاتے۔"

اتنے میں اتفاق سے آسمان پر غبار چھا گیا اور سخا بڑے زور سے آندھی آئی یہاں تک کہ کوچبین کو گاڑی روک لینی پڑی اور اس طرح کا اندھیرا چھا گیا کہ الاماں۔ اور بجلی لوکنی اور بادل گرجنے لگا۔ کیونکہ منشی مہراج بلی اس وقت بیماری اور مرنے کا ذکر کر رہے تھے نازو کے دل میں خوف سمایا کہ خدا خیر کرے اور تھر تھر کانپنے لگی۔ اول تو عورت۔ دوسرے کم عمر۔ تیسرے نازک بدن۔ بجلی کی چمک اور رعد کی کڑک نے سخت مضطر اور بدحواس کر دیا اور چونکہ گاڑی میدان میں کھڑی ہو گئی تھی اس سبب سے اور بھی خوف معلوم ہوتا تھا۔ منشی مہراج بلی خود ڈرپوک انکی بزدلی سے نازو اور بھی گھبرائی۔ سمجھانا اور تسلی دینا درکنار یہ خود ہی رونے لگے۔ ماشاء اللہ چون پچپن برس کا سن و سال اور ڈاڑھی مونچھ پر آپ کا رونا کتنا موزوں تھا۔

آدھ گھنٹے کے اندر ہی اندر بجلی کا لوکنا موقوف ہوا اور ہوا نے بادل کو منتشر

کر دیا اور تھوڑی تھوڑی پھوار پڑنے لگی۔ تب ان کو ڈھارس ہوئی اور گاڑی چلی۔
نازو کی جان میں جان آئی اور مہراج بلی سمجھے کہ اجل کے مُنہ سے خدا خدا کر کے نکلے
جب مکان پر گاڑی ٹھہری اور پردہ ہو کر نازو اتریں تو جیسے ہی نازو جان
نے کمرے کے اندر قدم رکھا دیکھا کہ ایک اونچے پلنگ پر کوئی لیٹا ہوا ہے اور
سفید چادر اس پر پڑی ہے۔ اور نواب محمد عسکری سرہانے مغموم اور ملول
کرسی پر بیٹھے ہیں اور خواصین ادب کے ساتھ پائنتی کی طرف کھڑی ہیں۔
نازو دنگ کہ یا الٰہی یہ کیا ماجرا ہے۔
نواب محمد عسکری نے مارے غم کے نازو کے آنے کی آہٹ بھی نہیں سُنی۔ کچھ
دیر کے بعد انھوں نے سر اُٹھا کر نازو کو دیکھا اور پاس بلایا۔ نازو آہستہ آہستہ
پلنگ کے پاس گئی۔ نواب صاحب نے کہا "ذری آنکھیں کھولو دیکھو تو کون آیا ہے۔
یہ آواز سُن کر مریضہ نے چادر سر سے ہٹائی۔ مریضہ نے نازو کو غور سے دیکھا
اور نازو نے مریضہ کو۔
نواب نے کہا "پہچانو یہ کون ہیں۔"
مریضہ نے کہا "نواب ہماری باجی جان کو بلواؤ۔ یہ حسرت تو نہ رہ جائے
کہ باجی کو نہیں دیکھا۔"
اب نازو نے پریشان خاطر ہو کر کہا "نواب سچ سچ بتاؤ۔ یہ کہیں قمرن تو نہیں ہیں
اس سوال کے جواب میں نواب صاحب منہ سے تو نہیں بولے مگر آنکھوں
کو ترجمان بنایا اور اشکوں نے جواب شافی دیا۔
چونکہ علالت کے سبب قمرن کا رنگ روپ بالکل بدلا ہوا تھا اس سے

نازو تمیز نہ کر سکی۔ آخر کار پہچانا تو اس حالت میں چھوٹی بہن کو دیکھ کر وفور غم و الم سے دل بے قابو ہو گیا۔ تھوڑے عرصے تک بہن کو عبرت کے ساتھ دیکھا کی کہ پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے ہے اور زیور کے عوض پوت کا چھلا تک نہیں اور چہرے پر زردی چھائی ہوئی ہے۔

نواب نے مریضہ پر جھک کر پوچھا "قمرن جان ان کو پہچانا۔ یہ کون ہیں؟"

قمرن نے غور سے دیکھ کر کہا "ہماری باجی جان ہیں۔"

نازو کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ اشک گرنے لگے۔

نواب نے کہا "سامنے بیٹھ کے روتی ہو نازو جان جس میں اور بھی حالت دگرگوں ہو جائے۔"

نازو ایک کونے میں چلی گئی اور وہاں جا کر خوب روئی۔ ہر راج لی نے جا کر بہت سمجھایا اور پانی منگوا کر منہ دھلوایا اور کہا "اب رونے دھونے سے کام نہ نکلے گا۔ خبردار قمرن جان کے سامنے کبھی نہ رونا۔"

نازو نے پوچھا "یہ آئیں کیونکر۔ تھیں کہاں۔ بیمار کب ہوئیں۔ اور کب سے یہاں آئی ہیں۔"

اس کو بتایا گیا کہ کسی کو یہ کچھ بھی نہیں معلوم۔ بس اتنا معلوم تھا کہ ایک ڈولی آئی جس میں ایک عورت کانپ رہی تھی۔ ہر شخص جا کر پوچھتا تو کون ہے مگر جواب نہ ملتا۔ آخر کار نواب صاحب نے ڈولی کے پاس جا کر دیکھا پہچانا قمرن کو کمرے میں لا ئے تب سے مارے ضعف کے اچھی طرح پوچھ نہ سکے کہ کیا حال ہے۔ اور ڈولی والے چلے گئے ان سے کسی نے کچھ پوچھا نہیں۔

نازو یہ سب حال سن کر بولی "نواب کے صدقے اللہ جانتا ہے۔ دوسرا ہوتا تو ذری بھر بھی رحم نہ کرتا مگر رئیس کی بات ہے۔ رئیس پھر رئیس ہے۔ پونڑوں کے

رئیس ہیں نا۔ ان کا کیا کہنا!"

دو گھڑی دن رہے ڈاکٹر صاحب آئے۔ مریضہ کی حالت دیکھتے ہی مایوس ہو گئے مگر کسی سے ابھی کچھ کہا نہ سُنا مگر نواب صاحب کو علیحدہ لے جا کر کہا "دق کا تیسرا درجہ ہے۔ مریضہ کسی طرح نہیں بچ سکتی۔ دو چار روز کی مہمان ہے"

نواب صاحب کو بڑا قلق ہوا۔ منشی معراج علی نے ان کی تشفی کی۔

کئی دن تک قمرن کی یہی حالت رہی۔ ڈاکٹر کی دوا سے اتنا ضرور ہو گیا تھا کہ کسی کسی وقت ہوش میں آجاتی اور ٹھیک ٹھیک باتیں کرتی ایک روز اس نے اپنا حال خود کہہ سنایا "مجھے اس نگوڑی مہری نے ستیاناس کیا۔ میں برف والے کے لونڈے فضلے پر مرتی ہی تھی۔ مہری کی باتوں سے پھسل گئی اس کمبخت برف والے سے اللہ سمجھے، آبرو کی آبرو لی اور دولت کی دولت کھائی اور پھر دھتا بتایا۔ میرا سب زیور لے لیا اور مفلس کر کے ایک زمیندار کے ہاتھ دو سو کا بیچ لیا۔ اس کی جورو نے مجھے نکال باہر کیا۔ گاؤں کے لونڈے مجھ پر لٹو ہوئے انھوں نے گھیرا۔ سخت بیمار پڑ گئی۔ گلی گلی پھری۔ ایک شریف بوڑھے آدمی نے ڈولی والوں کو ایک روپیہ دے کر کہا کہ اسے جہاں کہے وہاں پہنچا دینا۔ خدا خدا کر کے تمھارے در پر پہنچی"

اس کے دو دن بعد قمرن مر گئی۔ نواب صاحب نے غم غلط کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ شراب پینا شروع کی۔ آخر ایک روز وہ بھی انتقال کر گئے۔ منشی معراج علی اور نازو ساتھ ہی ساتھ رہے اور نواب محمد عسکری اور قمرن کی داستان کو یاد کر کے اکثر روتے اور اکثر عبرت حاصل کرتے۔